احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

نومبر 2022ء

39 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2022ء

جامعۃ الازہر مصر کے اساتذہ اور جید علماء و مشائخ کی شرکت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا اخلاقِ حسنہ اور تحمل و برداشت کے موضوع پر ایمان افروز خطاب

محبتِ رسول ﷺ: اہمیت اور تقاضے

سیدنا غوث الاعظمؓ کی سیرت اور شانِ محبوبیت

مذہبی اور روحانی احوال کی اصلاح

39 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2022ء

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 36 / ۱۴۴۴ھ / نومبر 2022ء
شمارہ: 10 / ربیع الثانی

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا
عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، محمد جواد حامد، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر محمد افضل قادری

حسن ترتیب

اداریہ: عدمِ برداشت اور تلخ نوائی فساد فی الارض کی ایک بڑی وجہ ہے	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی سیرت اور شانِ محبوبیت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: بچوں کی تادیب کا حکم؟ ڈالرز کی ذخیرہ اندوزی؟	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	15
محبتِ رسول ﷺ: اہمیت اور تقاضے	محمد ذکوان ندوی	18
عالمی میلاد کانفرنس 2022ء	رپورٹ: محبوب حسین	23
سیدنا غوث الاعظمؓ: شانِ تکوینی اور علمِ لدنی کے حامل	محمد شفقت اللہ قادری	33
تعلیماتِ غوثیہ: مذہبی اور روحانی احوال کی اصلاح	محمد محبّ اللہ اظہر	38
کانووکیشن جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن	رپورٹ: محمد پرویز بلال	43
شیوخ الازہر کے تحریک اور قائدِ تحریک کے بارے تاثرات	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	47

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/ رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 60 روپے — سالانہ خریداری: 700 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

الٰہی سہل میری زندگی کے امتحاں کردے
زمیں کو گلِ بداماں آسماں کو مہرباں کردے

یہ قطرہ ہے اسے پھیلا کے بحرِ بیکراں کردے
یہ ذرہ ہے اسے چمکا کے مہرِ ضوفشاں کردے

بھٹک پائے نہ کوئی راہرو راہِ صداقت سے
میرے حرفِ دعا کو تیرگی میں کہکشاں کردے

قدم اٹھتے نہیں اب تشنگی سے دھوپ میں یارب
رہِ منزل پہ اپنی رحمتوں کا سائباں کردے

چمن میں جو بھی آتا ہے وہ تنکے نوچ لیتا ہے
خدایا اور اونچی میری شاخِ آشیاں کردے

یہی ہے آرزو میری یہی ہے جستجو میری
میری حمد و ثناء کو تو دلوں کا ترجماں کردے

میرے ایماں کی کشتی بے خطر ساحل پہ جا پہنچے
کچھ اس انداز سے رخ پر ہوا کے بادباں کردے

جو تو چاہے تو سارے رازِ تخلیقِ دو عالم کے
عیاں کردے، نہاں کردے، نہاں کردے، عیاں کردے

تو اپنے فضل سے افسرؔ کی حمد و نعت کو مولا
عطا لطفِ زباں کردے، عطا حسنِ بیاں کردے

﴿افسرؔ ماہ پوری﴾

میرے حضور ﷺ

احمدؐ، خدا نے نام ہے رکھا حضورؐ کا
تا حشر ہوتے رہنا ہے چرچا حضورؐ کا
تازہ ہوا کبھی بھی مقفل نہ ہوگی اب
شام و سحر کھلا ہے دریچہ حضورؐ کا
لوحِ عمل پہ درج ہے کردار جو عظیم
انسانیت کے نام ہے نامہ حضورؐ کا
عظمت کی رہگذر پہ علامت ہے عزم کی
وہ کاروانِ ہجرتِ طیبہ حضورؐ کا
اُس شہرِ دلنواز کے دیوار و در کی خیر
خطوں میں بے مثال ہے خطہ حضورؐ کا
اُنؐ کے درِ عطا پہ عطا کی ہیں بارشیں
کاسہ بھرے گا آج بھی منگتا حضورؐ کا
لمحاتِ زردِ کرب و بلا ان گنت سہی
تسکین قلب و جاں کی ہے روضہ حضورؐ کا
نقشِ قدم فلک نے بھی چومے ہیں آپؐ کے
تاروں بھرا زمیں پہ ہے رستا حضورؐ کا
حرفِ درود، حرفِ خدا ہے اسی لیے
پڑھتا ہے آسماں بھی صحیفہ حضورؐ کا
فرمانِ مصطفیٰؐ تر و تازہ گلاب ہے
لہجہ ہے ہر زمانے کا لہجہ حضورؐ کا
کشتی مرے وجود کی جب ڈوبنے لگی
آیا ہے میرے کام وسیلہ حضورؐ کا
مجھ پر گرفت زندہ مسائل کی ہے، ریاضؔ
آئے گا آج جوش پہ دریا حضورؐ کا

﴿ریاضؔ حسین چودھری﴾

اداریہ

عدم برداشت اور تلخ نوائی فساد فی الارض کی ایک بڑی وجہ ہے

گزشتہ 4 دہائیوں کے دوران عدمِ برداشت اور عدم رواداری کی وجہ سے باہمی اتحاد و اتفاق کی فضا کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ”لاتفرقوا“ یعنی فرقہ واریت اور گروہ بندی سے دور رہنے کا حکم دیا مگر افسوس کہ اس قرآنی حکم کے برعکس مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے کے گلے کاٹے جانے لگے۔ اپنی خواہش کو نظریہ کا نام دے کر زبردستی دوسروں پر مسلط کیا جانے لگا، اختلافِ رائے کو دشمنی بنا لیا گیا، تہمت اور الزام تراشی کے ذریعے عوامی جذبات سے کھیلنا معمول بنا لیا گیا اور مذہب کے نام پر انتہا پسندانہ رجحانات کو فروغ دیا جانے لگا۔ اس انتہا پسندانہ سوچ کو پروان چڑھانے والوں کے نزدیک اولیائے اللہ کے مزارات کا تقدس قائم رہا اور نہ ہی خانۂ خدا کی حرمت کا کوئی پاس۔ ایک وقت تھا کہ کسی بھی فقہ کے عالم دین کے بارے میں پتہ چلتا کہ وہ فلاں جگہ پر تشریف لائے ہیں تو لوگ جوق در جوق زیارت کرنے کے لئے پہنچتے۔ بالخصوص نوجوان اہلِ علم کے ساتھ مصافحہ کرنا باعثِ افتخار سمجھتے تھے۔ اپنے علم میں اضافہ کے لئے ادب و احترام سے سوالات کرتے اور اہلِ علم کے ساتھ ہونے والی ملاقاتوں کو خیر و برکات کا ذریعہ سمجھتے۔ مگر آج کچھ کوتاہ اندیش اپنے گروہی اور مسلکی مفادات کے اس حد تک غلام بن چکے ہیں کہ وہ مصطفوی تعلیمات اور اسلاف کی علمی اقدار و روایات کو ملیا میٹ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ انہوں نے سوسائٹی کو ہیجان میں مبتلا کر رکھا ہے اور نوجوانوں کو ادب سکھانے کے بجائے ان کے ہاتھوں سے اہلِ علم کی پگڑیاں تار تار کروا رہے ہیں۔ جب بھی کوئی معاشرہ آمادۂ زوال ہوتا ہے تو پھر عدمِ برداشت پر مبنی مخرب الاخلاق رویّے جڑ پکڑتے چلے جاتے ہیں۔ اگر ہم سوسائٹی کے اجتماعی بگاڑ پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں ہر طرف بے ادبی، انتشار، تقسیم، فساد فی الارض اور اہلِ علم کی بے توقیری نظر آتی ہے۔ یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے۔ اس پر اہلِ علم حضرات اور دینی، مذہبی، سیاسی اور سماجی تحریکوں کو سنجیدہ غور و فکر سے کام لینا چاہیے۔ اگر یہ روش اسی طرح جاری رہی تو کسی کے لئے سچ بولنا اور اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرنا بھی ناممکن ہو کر رہ جائے گا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے کامل اسوہ حسنہ کی تفہیم کے لئے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اندر غیر مسلموں کے ساتھ ہونے والے معاہدات کا مطالعہ کیا جائے بالخصوص میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ اور خطبہ حجۃ الوداع کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا جائے۔ اس سے اندازہ ہو گا کہ پیغمبرِ حق و صداقت ﷺ طاقت ہونے کے باوجود غیر مسلموں کے ساتھ انتہائی محبت اور ملنساری کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جس نبی آخر الزماں ﷺ نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ معاہدے اور گفتگو کرتے ہوئے محبت و شفقت والا برتاؤ کیا اس نبی برحق ﷺ کے پیروکار تنگ نظر، کوتاہ نظر، منتقم اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ میثاقِ مدینہ کرۂ ارض کا وہ واحد دستاویز ہے جس نے ایک بین الاقوامی معاشرہ و مملکت کے قیام کی راہ ہموار کی۔ میثاقِ مدینہ کے آرٹیکلز اس بات کے گواہ ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہودی قبائل کے ساتھ مساوات اور احترام پر مبنی معاملہ کیا۔ تحریری معاہدے کے ذریعے ان کے مذہب اور مذہبی روایات کو تحفظ دیا، ان کے جان و مال کو تحفظ دیا اور انہیں ریاست کا ایک ذمہ دار شہری تسلیم کرتے ہوئے مساوات کی

گارنٹی دی۔ اگر اس معاہدہ کے وقت حضور نبی اکرم ﷺ یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ ایک دشمن والا برتاؤ کرتے تو کرۂ ارض کی مثالی ریاستِ مدینہ وجود میں نہ آتی۔ یہ آپ ﷺ کی بصیرت اور اسوۂ حسنہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے بہترین حسنِ سلوک سے دشمنوں کو بھی گرویدہ بنا لیا اور کرۂ ارض کی پہلی ملٹی نیشنل سوسائٹی کی بنیاد رکھنے میں کامیابی حاصل کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے تمام یہودی قبائل و دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو تحریری گارنٹی دی کہ جو بھی ریاستِ مدینہ کا وفادار رہے گا، اسے مدد اور تحفظ حاصل ہوگا۔ ریاست کے وفاداروں پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی حملہ آور کی مدد کی جائے گی۔ اگرچہ یہودی قبائل باہم متحارب رہنے کی تاریخ رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ برابری کی بنیاد پر نہیں چلتے تھے مگر آپ ﷺ نے ریاست مدینہ کے استحکام کے لئے ''divide and rule'' کی پالیسی اختیار کرنے کے بجائے مساوات کا معاملہ کیا۔ آپ ﷺ نے میثاقِ مدینہ پر دستخط کرنے والے تمام قبائل کو تحریری گارنٹی دی کہ ریاستِ مدینہ کی وفاداری کا حلف اٹھانے والے سب برابر ہونگے، کسی قبیلے کو دوسرے پر اس کے حسب نسب، مال و دولت، جاہ و حشم کی وجہ سے برتری حاصل نہ ہوگی۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ ﷺ نے اسلام میں جو مساوات اور برابری کا تصور اور تعلیمات دیں، وہی تعلیمات دیگر مذاہب کے لئے بھی تھیں۔ آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان پر عمل پیرا ہوں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا مفہوم ہے کہ مومن بندوں کی مثال جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے کسی عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مسلمانوں کو اس طرح باہم وابستہ اور پیوستہ ہونا چاہیے۔ اگر مسلمان آپس میں دست و گریبان ہونگے، کسی کی بات سننے اور سمجھنے کی بجائے ہر وقت آمادۂ جنگ و جدل رہیں گے تو پھر امت کا اتحاد ممکن نہیں ہوسکے گا اور جس کا فائدہ یقینی طور پر اغیار اٹھائیں گے۔

اس وقت انفرادی اور اجتماعی سطح پر عالمِ اسلام گوناگوں سیاسی، سماجی، معاشی و معاشرتی مسائل سے دوچار ہے، جس کی لاتعداد وجوہات ہیں، تاہم سب سے بڑی وجہ باہمی تقسیم و افتراق اور فرقہ و گروہ بندی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے عالمی میلاد کانفرنس 2022ء میں اپنے ایمان افروز خطاب میں فرمایا کہ اتحاد و استحکام کے لئے اُمت سیرت مصطفی ﷺ کی پیروی کرے۔ مذہب کے نام پر جھگڑے اور علمی اختلافِ رائے کو دشمنی میں تبدیل کرنے والوں نے مصطفوی تعلیمات کو نظرانداز کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام اول روز سے دینِ امن و سلامتی رہا ہے۔ وحدت و یکجہتی اور خوشحالی و استحکام کے لئے اُمت کو سیرت النبی ﷺ کی پیروی کرنا ہوگی۔ شیخ الاسلام نے آپ ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ﷺ مخالفین کے ساتھ بھی نرم خوئی سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ نے اسلام قبول نہ کرنے والوں کو دعوت دیتے وقت یہ کبھی نہیں فرمایا کہ میری دعوت رد کرو گے تو مار دیئے جاؤ گے۔ ہمیشہ حکمت و بصیرت، نرم خوئی اور احسن انداز کے ساتھ دین کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آج خود سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ مذہبی معاملات میں علمی اختلافِ رائے پر اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ روا رکھا جانے والا متشدد سلوک اور اختیار کیا جانے والا طرزِ تکلم کیا مصطفوی تعلیمات کے مطابق ہے؟ (چیف ایڈیٹر: ماہنامہ منہاج القرآن)

سیدنا غوث الاعظمؓ کی سیرت اور شانِ محبوبیت

کمالِ اتباعِ شریعت آپؓ کی شخصیت کا امتیاز تھا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا علمی و روحانی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ. الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ. لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِکَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (یونس، ۱۰: ۶۲۔۶۴)

’’خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اورنہ وہ رنجیدہ وغمگین ہوں گے۔ (وہ) ایسے لوگ ہیں جو ایمان لائے اور (ہمیشہ) تقویٰ شعار رہے۔ ان کے لیے دنیا کی زندگی میں (بھی عزت ومقبولیت کی) بشارت ہے اور آخرت میں (بھی مغفرت و شفاعت کی/یا دنیا میں بھی نیک خوابوں کی صورت میں پاکیزہ روحانی مشاہدات ہیں اور آخرت میں بھی حُسنِ مطلق کے جلوے اور دیدار)، اللہ کے فرمان بدلا نہیں کرتے، یہی وہ عظیم کامیابی ہے۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی شان کو بیان فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کو ایمان اور تقویٰ میں رسوخ حاصل ہوتا ہے اور انھیں اللہ نے ایمان کی کامل دولت سے نواز رکھا ہوتا ہے۔ حقیقت میں جن کی زندگی تقویٰ و پرہیزگاری کے زیور سے آراستہ ہوتی ہے، وہی لوگ اللہ کے اولیاء ہیں۔ اللہ کے یہ نیک بندے جب اپنے ایمان، عمل اور تقویٰ کے باعث حضور الوہیت میں مرتبہ ولایت پر فائز ہوجاتے ہیں تو دنیا کی کامیابیاں بھی ان کے قدم چومتی ہیں اور آخرت کی کامیابیاں بھی ان کا مقدر ٹھہرتی ہیں۔ گویا دنیا کی ساری کامیابیاں اور کامرانیاں ان کے دامن میں رکھ دی جاتی ہیں۔

اللہ رب العزت نے اپنے اولیاء کی مذکورہ شان کا ذکر کرنے کے بعد لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰهِ کے الفاظ کے ذریعے اپنے قانون کا اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے اور اس میں کوئی تبدیلی اور ردوبدل نہیں ہوسکتا کہ میرے اِن دوستوں پر دنیا اور آخرت میں کوئی حزن، ملال اور خوف طاری نہیں ہوتا بلکہ دنیا اور آخرت دونوں زندگیاں ان کے لیے خوشی، مسرت اور انبساط کا باعث ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبۂ ولایت پر فائز ہوجانا، اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں شامل ہوجانا، دنیا و آخرت کے خوف وغم سے نجات پاجانا اور دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی اور کامرانیوں کا حقدار بن جانا ہی درحقیقت اصل اور سب سے بڑی کامیابی ہے۔

امتِ محمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام اولیاء اور مقربین میں سے ایک برگزیدہ ہستی حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی ہے۔ آپ گروہِ اولیاء کے امام اور سرتاج ہیں۔ امتِ مسلمہ میں صحابہ کرامؓ اور اہل بیت اطہارؑ کے بعد ولایت کے اعلیٰ رتبہ پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو متعین فرمایا۔ اول سے آخر تک دنیا کا کوئی ولی اس مقام پر نہیں، جس مقام پر اللہ رب العزت نے آپ کو بلندی اور سرفرازی سے بہرہ

☆ خطاب نمبر: GF-1، تاریخ: 27 جنوری 1984ء، لاہور

ور فرمایا ہے۔ اسی لیے سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مرتبہ ولایت کی نسبت کہا گیا کہ

غوث اعظم درمیانِ اولیاء　　چوں محمدﷺ درمیانِ انبیاء

یعنی سیدنا غوث الاعظمؒ کا مرتبہ اولیاء کے درمیان اسی طرح بلند و بالا ہے جس طرح انبیاء میں تاجدار کائناتﷺ کا مرتبہ تمام بلند و بالا ہے۔ اس لیے کہ ہر ولی اپنی ولایت میں کسی نہ کسی پیغمبر کے نقشِ قدم پر ہوتا ہے اور حضور غوث الاعظمؒ مرتبۂ ولایت میں قدمِ مصطفیٰﷺ پر ہیں۔

سیدنا غوث الاعظمؒ کی ولادت ۴۷۰ ھجری ماہ رمضان المبارک میں ہوئی اور آپ کا وصال ۵۶۱ھ ماہ ربیع الثانی میں ہوا۔ آپ حسنی حسینی سید ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن مجتبیٰؑ اور والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسینؑ تک پہنچتا ہے۔ قدرت نے آپ کو نہ صرف حسیب بنایا تھا بلکہ نجیب الطرفین بھی بنایا اور والد اور والدہ دونوں اطراف سے نبی اکرمﷺ کا اہلِ بیت ہونے کا شرف عطا فرمایا۔

کیا اسلام میں نسب کو فضیلت حاصل ہے؟

اس موقع پر اس بات کی وضاحت بھی کردوں کہ دین اسلام کی تعلیمات؛ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (الحجرات،۴۹: ۱۳) ''بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔'' اور حضور نبی اکرمﷺ کے ارشادِ گرامی؛ **فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا اسود علی ابیض ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقویٰ** ''کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی سیاہ کو سفید پر، کسی سفید کو سیاہ پر کوئی فضیلت نہیں اور فضیلت کا دارو مدار صرف اور صرف تقویٰ پر ہے۔'' اور اس جیسی دیگر تعلیمات سن کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید اچھے نسب کی اسلام کے اندر مطلقاً کوئی فضیلت نہیں ہے۔ یہ تصور غلط ہے۔ یاد رکھیں! اسلام میں نسب کی فضیلت حق ہے مگر اسلام میں نسب کی بناء پر فخر کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔۔۔ نسب کی بناء پر طبقاتی امتیاز پیدا کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔۔۔ نسب کی بناء پر خصوصی مراعات یافتہ طبقہ وجود میں لانے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔۔۔ نسب کی بناء پر ایک کو اعلیٰ اور دوسرے کو ادنیٰ اور ایک دوسرے کو ذلیل و حقیر قرار دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرمﷺ نے کئی مقامات پر اپنی فضیلت اور نسب کا بیان اپنی زبان مبارک سے کیا۔ آپﷺ نے فرمایا:

انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا وخیرهم نسبا.

(ترمذی، الجامع الصحیح، ۵: ۵۴۳، کتاب الدعوات، رقم: ۳۵۳۲)

''میں عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا محمد (ﷺ) ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس مخلوق میں سے بہترین مخلوق (انسان) کے اندر مجھے پیدا فرمایا اور پھر اس بہترین مخلوق کے دو حصے (عرب و عجم) کیے اور ان دونوں میں سے بہترین حصہ عرب میں مجھے پیدا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس حصے کے قبائل بنائے اور ان میں سے بہترین قبیلہ (قریش) کے اندر مجھے پیدا کیا اور پھر اس بہترین قبیلہ کے گھر بنائے تو مجھے بہترین گھر اور نسب (بنو ہاشم) میں پیدا کیا۔''

نیکی اور تقویٰ کی بناء پر انسان کو جو ذاتی شرف و فضیلت نصیب ہوتی ہے اسے ''حسب'' کہتے ہیں اور خاندانی فضیلت کی بناء پر انسان کو جو شرف حاصل ہوتا ہے اسے ''نسب'' کہتے ہیں۔ جو صاحبِ تقویٰ ہو اور نسب کے اعتبار سے بھی اعلیٰ ہو تو اسے ''حسیب'' اور ''نسیب'' کہا جاتا ہے۔ کوئی شخص اگر اعلیٰ نسب کا ہو لیکن اس میں ایمان اور عملِ صالحہ موجود نہ ہو تو پھر یہ تو ممکن ہے کہ اعلیٰ نسب میں ہوکر بھی وہ اس نسب کا فائدہ نہ اٹھا سکے لیکن اس کے اعلیٰ نسب کی فضیلت پھر بھی اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ اگر اعلیٰ نسب کی فضیلت کا حامل اپنی زندگی میں ایمان اور تقویٰ کو بھی شامل کرلے تو اسے حسب اور نسب دونوں کی فضیلتیں مل جائیں گی اور اس کے احوال و مقامات میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

☆ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی پیش کیے گئے، ان میں سے ایک عورت حاتم طائی کی اولاد میں سے تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ حاتم طائی کی بیٹی بھی جنگی قیدیوں میں ہے تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ بیٹی مجھے تیرے باپ کی سخاوت کا لحاظ آرہا ہے، اس لیے تجھے اس کی سخاوت کی وجہ سے آزاد کیا جاتا ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی نے کہا کہ اگر میرے باپ کی سخاوت کی وجہ سے مجھے رہا کیا جارہا ہے تو میں خود بھی سخی ہوں، لہذا آپ ﷺ سے درخواست کرتی ہوں کہ میرے قبیلے کے سارے اسیروں کو بھی میرے ساتھ آزاد فرمادیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حاتم طائی کی سخاوت کے لحاظ میں اس کی بیٹی اور اس کے ساتھ سارے جنگی قیدیوں کو آزاد کردیا۔

حاتم طائی کوئی صحابی یا برگزیدہ ولی نہ تھا بلکہ دورِ جاہلیت میں مرنے والا ایک انسان تھا اس کی وجہِ شہرت سخاوت تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے نسب کا بھی لحاظ فرمایا اور یہ پورے نسب کا بھی نہیں بلکہ نسب کے ایک فرد کا لحاظ تھا اور یہ لحاظ اس فرد کی اس بات کا نہیں تھا کہ وہ ولی یا نبی تھا بلکہ صرف اس بات پر کہ وہ سخی تھا۔ معلوم ہوا کہ بسا اوقات نسب کا اس قدر لحاظ ہوتا ہے۔

☆ سورۃ الکھف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے اکٹھے سفر پر روانہ ہونے کا واقعہ ہے۔ اس سفر کے دوران حضرت خضر علیہ السلام نے بغیر اجرت کے یتیم بچوں کی گرتی ہوئی ایک دیوار کی تعمیر کردی۔ اس شفقت کا سبب اللہ رب العزت نے قرآن میں بیان کیا ہے کہ:

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا. (الكهف، ١٨: ٨٢)

''اور ان کا باپ صالح (شخص) تھا۔''

اِن یتیم بچوں کے نسب میں ساتویں یا دسویں پشت میں ایک ولی گزرا تھا۔ یہ بچے اس برگزیدہ شخص کی اولاد میں سے تھے تو اللہ رب العزت نے اس ولی کے نسب کا لحاظ فرماتے ہوئے حضرت خضر علیہ السلام کے دل میں ان بچوں کو نقصان سے بچانے کا حکم القاء فرمایا۔

دوسری طرف اگر انسان اعلیٰ نسب کا ہو کر بھی صاحبِ حسب نہیں ہوتا تو اعلیٰ نسب اور اس کی برکتوں کے ہوتے ہوئے بھی اسے برکتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔ اس کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی ہے کہ وہ طوفان میں غرق ہوجاتا ہے۔ قرآن اس کے بارے کہتا ہے کہ

إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ. (هود، ١١: ٤٦)

''کیوں کہ اس کے عمل اچھے نہ تھے۔''

اے نوح! یہ تیرے نسب میں سے نہیں ہے، اس لیے کہ اس نے تیرے نقش قدم پر چلنا چھوڑ دیا ہے۔ جو لوگ اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلنا چھوڑ دیتے ہیں، وہ اپنے اعمال کے سبب نسب کی فضیلتوں اور عظمتوں سے محروم ہوجاتے ہیں اور اگر نسب اعلیٰ ہو اور بندہ آباء و اجداد کے نقشِ قدم کی پیروی بھی کرے تو کروڑوں فضیلتیں اور برکتیں اس کی طرف آتی ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنی اہلِ بیتِ اطہار سے محبت کی تاکید کرنا اور ان سے محبت کو اپنی محبت قرار دینا بھی نسب کی فضیلت پر ایک بیّن دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نسب کی فضیلت اپنی جگہ بڑی برگزیدہ ہے اور اگر اس کے ساتھ حسب کی فضیلت بھی شامل ہوجائے تو پھر احوال اور مقامات کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔

حضور غوث الاعظمؓ: مادر زاد ولی ہیں

سیدنا غوث الاعظمؓ نسب کی فضیلتوں کے اعتبار سے مالا مال تھے۔ باپ کی طرف سے حسنی سید اور ماں کی طرف سے حسینی ہیں۔ حسنیت اور حسینیت دونوں شانوں کو اللہ رب العزت نے ان میں جمع کیا اور پھر حسب میں بھی اعلیٰ ترین بنادیا۔ آپ کی پیدائش کے وقت ہی آپ کی روح کو مرتبۂ ولایت پر فائز کردیا گیا۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ کئی اولیاء مادر زاد ولی ہوا کرتے ہیں اور ان کی روحیں عالمِ ارواح میں بھی عبادت و بندگی کی معراج پر ہوتی ہیں۔ یہ بات ہمیں اس لیے سمجھ نہیں آتی کہ ہم صرف اس عالمِ ناسوت، مادی دنیا سے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی کا آغاز پیدائش سے ہوتا ہے۔ نہیں، یہ تو انسان کی زندگی کے کئی زمانوں میں سے ایک معمولی سا زمانہ ہے۔ اس کی زندگی تو عالمِ ارواح میں کئی عرصہ قبل شروع ہوجاتی ہے۔ کئی ارواح عالمِ ارواح میں کثرتِ عبادت

وتقویٰ کے باعث اللہ کے قرب میں اتنی بلند مرتبہ کی حامل ہوچکی ہوتی ہیں کہ انھیں عالمِ ارواح میں ہی اللہ کی ولایت اور معرفت نصیب ہوجاتی ہے۔ وہ ارواح جو وہاں عارف ہوچکی ہوں، جب دنیا میں پیدا آتی ہیں تو یہ مادر زاد ولی کہلاتے ہیں۔

حضور غوث الاعظمؓ نے اپنے بچپن میں جب مکتب و مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنے کا آغاز کیا تو اسی وقت سے اللہ رب العزت نے آپ کی آنکھوں سے تمام پردوں کو دور کردیا تھا اور آپ اپنے بچپن میں اللہ رب العزت کی طرف سے اپنی حفاظت کے لیے مقرر فرشتوں کا مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ سفر میں جاتے تو فرشتے ادب کے ساتھ آپ کے آگے اور پیچھے چلتے۔ فرشتوں کا اللہ کے بندوں کی بارگاہ میں ادب کے ساتھ حاضرِ خدمت رہنا، یہ عجیب معاملات میں سے نہیں ہے، اس لیے کہ جہاں محفلِ ذکر ہوتی ہے، وہاں ادب کے ساتھ فرشتے موجود رہتے ہیں۔ فرشتوں کے نزول اور حاضر خدمت رہنے کا یہ سلسلہ صرف ان کی حیات میں ہی جاری نہیں رہتا بلکہ اُن کے وصال کے بعد بھی اُن کے مزارات پر فرشتوں اور اللہ کی رحمت کا نزول جاری و ساری رہتا ہے اور اہلِ نظر کو اِن کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اس حوالے سے ایک عظیم ذخیرہ حدیث موجود ہے کہ بندہ اگر اللہ تعالیٰ کا ہوجائے تو اس کے چلتے پھرتے ہوئے راستے میں فرشتے دست بستہ کھڑے ہوکر اسے سلامِ ادب پیش کرتے ہیں۔ حضور غوث الاعظمؓ تو اولیاء کے سردار ہیں، ان کی بارگاہ میں تو بچپن ہی سے ہزاروں فرشتے موجود رہتے تھے۔

بغداد میں حصولِ تعلیم کے لیے جانے سے قبل ایک روز آپ نے ایک لاٹھی اٹھائی اور بیل کو ہانکتے ہوئے اپنی زمینوں کی طرف لے گئے کہ ہل چلائیں۔ جب آپ نے ہل چلانے کے لیے بیل کو ہانکا تو سیدنا غوث الاعظمؓ خود فرماتے ہیں کہ بیل رک گیا، اللہ نے اسے زبان عطا کی اور بیل کہنے لگا:

عبدالقادر لکڑی اٹھا کر مجھے نہ ہانک، اللہ نے تجھے کاشتکاری کے لیے پیدا نہیں کیا اور نہ مجھے ہانکنے کا حکم دیا۔ اس نے تجھے خلقِ خدا کی رشد و ہدایت کے لیے پیدا کیا ہے۔

یہ سارا ماجرا دیکھ اور سن کر آپ واپس گھر آگئے اور ایک خاص کیفیت میں گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔ جب چھت پر کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تمام پردے اٹھا دیئے اور آپ کو وہاں سے میدانِ عرفات کے اندر حاجیوں کا ہجوم نظر آیا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر نیچے اترے اور اپنی والدہ کے سامنے سارا واقعہ بیان کردیا اور عرض کیا: اماں جان! میرا دل کہتا ہے کہ مجھے اس مقصد کی طرف روانہ ہونا چاہیے جس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد جاکر علماء کی خدمت میں بیٹھ کر علم وفکر حاصل کروں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی کامل ولیہ اور والد بھی کامل ولی تھے اور ایسے لعل پھر ہمیشہ انہی گودوں میں پرورش پاتے ہیں کہ وہ مائیں جو بغیر وضو کبھی بچوں کو دودھ نہیں دیتیں اور خلافِ شرع باتوں سے بچوں کے کانوں کو کبھی مانوس نہیں ہونے دیتیں۔ یہ ان ہی گودوں کی تربیت ہوتی ہے کہ پھر جنید و بایزید جیسی شخصیات پیدا ہوتی ہیں۔

حصولِ تعلیم وتربیت کے لیے بغداد کا سفر

حضور غوث الاعظمؓ والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر حصولِ علم کے لیے بغداد تشریف لے آئے۔ اس زمانے میں بغداد علم وحکمت کا ایک عظیم مرکز تھا۔ امام غزالیؒ اس وقت نظامیہ یونیورسٹی بغداد کے وائس چانسلر تھے اور وہاں بڑے بڑے اکابر علماء و مشائخ علم وحکمت کی روشنی بکھیر رہے تھے۔ علم وحکمت اور فلسفے کا دور دورہ تھا لیکن ان چیزوں کے باوجود اسلام پر زوال اور ابتلاء کا آغاز ہوچکا تھا۔ بغداد پہنچ کر آپ نے حصولِ علم کے ساتھ ساتھ تصوف وسلوک اور روحانیت کے منازل کے حصول کے لیے ریاضات اور مجاہدات کیے۔ کبھی تیس اور کبھی چالیس چالیس دن بغیر کھائے پیے گزر جاتے۔ جنگلوں میں کثرت کے ساتھ جاتے اور ریاضت وعبادت میں مصروفِ عمل ہوجاتے۔ آپ نے اس کثرت کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کیا کہ شہر بغداد کی ایک سمت میں ایک برج میں گیارہ برس عبادت اور ریاضت میں مصروف رہے۔ اس برج میں آپ کے گیارہ برس کے قیام کے سبب اس کا نام ہی برجِ عجمی پڑ گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسی زمانے میں جب ایک روز میں جنگلوں میں عبادت اور ریاضت میں مصروف تھا اور تصوف و سلوک کی منازل طے کررہا تھا کہ یکا یک آسمان سے ایک نور چمکا اور ہر سو روشنی اور اجالا ہوگیا۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس نور میں سے آواز آئی کہ عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں، تو نے اس کثرت سے میری عبادت کی ہے کہ اب میں نے اپنی عبادت سے تجھے آزاد کردیا ہے۔ سیدنا غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں اچانک ایک خیال آیا کہ آقا ﷺ سے بڑھ کر تو روحانی تکمیل کے مرحلے کسی نے طے نہیں کیے ہوں گے، آپ ﷺ ہی ساری ولایت، روحانیت اور مراتب کے تقسیم کنندہ ہیں مگر اس کے باوجود آقا دو جہاں ﷺ بھی عبادت سے آزاد نہ ہوئے بلکہ رات اس قدر قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے مبارک قدموں پر ورم آجاتا اور اللہ آپ ﷺ کی محبت کی خاطر یہ فرماتا ہے:

طٰهٰ. مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى. (طه، ۲۰:۱، ۲)

”طٰهٰ (اے محبوبِ مکرّم!) ہم نے آپ پر قرآن (اس لیے) نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔“

اتنے اعمال کے باوجود اگر حضور نبی اکرم ﷺ سے عبادت اور شریعت کی پابندی ساقط نہ ہوسکی تو مجھ سے کس طرح ساقط ہوسکتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ یہ شیطان کا حملہ ہے۔ لہٰذا میں نے کہا: **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ اسی وقت شیطان انسانی صورت میں متشکل ہوکر میرے سامنے آگیا۔ شیطان کا حملہ ناکام ہوچکا تھا۔ وہ بدبخت کہنے لگا کہ میں نے اس حملے سے ہزاروں بندوں کو راہِ راست سے بھٹکا دیا تھا، لیکن آپ اپنے علم اور عرفان کی پختگی کی وجہ سے بچ گئے۔ آپ نے شیطان کی بات سن کر فرمایا: عبدالقادر! اپنے علم و العرفان کے سبب سے نہیں بلکہ میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بچا ہوں۔

علماء اور اولیاء فرماتے ہیں کہ شیطان نامراد کا یہ حملہ پہلے حملے سے بھی بڑھ کر حملہ تھا۔

شریعت کے بغیر طریقت کا تصور باطل ہے

حضور غوث الاعظمؒ نے اس واقعہ کے ذریعے طریقت کی راہ کے مسافروں اور سلوک و معرفت کی منزلیں طے کرنے والوں کے لیے ہمیشہ کے لیے سبق دے دیا کہ طریقت، معرفت اور ولایت میں کوئی قدم اور مرتبہ ایسا نہیں آسکتا کہ جہاں پہنچ کر کسی ولی سے شریعت، عبادت اور اطاعت کی پابندی ساقط کردی جائے۔ وہ لوگ جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے معتقدین کے اذہان میں یہ بٹھاتے ہیں کہ ہم ولایت کے اس مقام پر ہیں کہ اب ہم سے شریعت ساقط ہوگئی، ان کا یہ دعویٰ جھوٹ ہے اور ایسا دعویٰ شیطان کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ ایسا شخص چاہے آگ میں چلتا دکھائی دے اور آگ اس کا قمیص نہ جلاسکے۔۔۔ پانی کے اندر تیرتا نظر آئے اور پانی اسے ڈبو نہ سکے۔۔۔ چاہے پھونک مارے اور بیماریاں رفع ہوجائیں۔۔۔ الغرض جتنے عجائبات اس کے ہاتھ سے دیکھیں، وہ ولی نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ تارکِ شریعت کبھی اللہ کا دوست نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر کوئی شریعتِ مصطفوی کا پابند ہے اور عبادات اور اطاعت کی راہ پر چلنے والا ہے تو پھر وہ ولی ہے۔

بعض لوگوں نے عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ تصور وضع کردیا ہے کہ شریعت تو مولویوں کا کام ہے، طریقت والوں کے لیے شریعت کی کوئی پابندی نہیں۔ سن لیں! طریقت ہو یا معرفت و ولایت سب شریعتِ مصطفوی کے خادم ہیں۔ اگر شریعتِ مصطفوی ہے تو پھر طریقت، معرفت اور ولایت بھی معتبر ہے۔ اگر حضور نبی اکرم ﷺ کی شریعت کی خلاف ورزی ہوگئی اور حضور ﷺ کی سنت کو ترک کردیا گیا تو پھر طریقت رہی نہ معرفت و ولایت رہی۔ ایسا شخص فاسق و فاجر، جھوٹا، کذاب، دھوکہ دینے والا اور جادوگر تو ہوسکتا ہے مگر اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔ ولایت وہی معتبر ہے جو میرے آقا مصطفی ﷺ کے قدموں کے توسل سے آئے اور جس ولایت پر شریعت کا لبادہ موجود ہو۔ ولی وہ نہیں جو سنت کی خلاف ورزی کرے بلکہ ولی وہ ہے کہ وہ چاہے بھی تو اس کا قدم

حضور ﷺ کی سنت کے خلاف اٹھ نہ سکے۔

مقامِ غوثیتِ مآب

سیدنا غوث الاعظمؓ ولایت کے ان مراتب پر فائز تھے جہاں ترکِ سنت کا تصور ناممکن تھا بلکہ اتباعِ سنت کا کمال بھی آپ کی شخصیت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ولایت میں وہ مرتبہ عطا کیا کہ اذن ہوا کہ آپ اپنی مجلسِ وعظ میں اعلان کردیں کہ:

قدمی هذه علی رقبه کل ولی الله.

میرا یہ قدم اس کائنات کے ہر ولی کی گردن کے اوپر موجود ہے۔

آپ نے مجلسِ وعظ کے اندر جب یہ اعلان فرمایا تو اس مجلس میں جتنے اولیاء تھے، سب نے سر جھکا لیے اور جو اولیاء ظاہراً اس مجلس میں موجود نہ تھے بلکہ زمین پر جہاں جہاں تھے، انہوں نے عالمِ کشف میں سیدنا غوث الاعظمؓ کا یہ اعلان سنا اور اپنی گردنیں جھکا کر آپ کے مرتبۂ ولایت کا اعتراف کرلیا۔ اس وقت خراساں کے پہاڑوں میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ مراقبے میں مگن تھے۔ جب شہر بغداد کی مجلس میں جناب غوثیت مآب نے یہ نعرہ بلند کیا تو حضرت اجمیریؒ نے اپنی جبینِ نیاز وہیں جھکادی اور کہا:

قدماك علی راسی وعینی.

اے آقائے ولایت! آپ کے دونوں قدم میری گردن پر ہی نہیں بلکہ میرے سر اور میری آنکھوں پر بھی ہیں۔

سیدنا غوث الاعظمؓ نے اپنی اس مجلس کے اندر حضرت اجمیریؒ کے یہ الفاظ بھی سن لیے اور فرمانے لگے: لوگو غیاث الدین کے بیٹے معین الدین نے ہمارے ادب میں اس حد تک گردن جھکادی کہ کوئی اس حد تک نہیں پہنچ سکا۔ اس کے سبب ہم پورے ہند کی ولایت اسے عطا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ ہندالولی کے مرتبے پر فائز ہوگئے۔

علمی مقام و مرتبہ

سیدنا غوث الاعظمؓ روزانہ نہیں بلکہ ہفتہ میں تین مرتبہ وعظ کرتے تھے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کی سنت کی روح یہ ہے کہ تلقین اس قدر کرو کہ سننے والے تنگ نہ آجائیں۔ ہم تو صبح و شام درس پر درس دیتے چلے جاتے ہیں اور اس وقت تک درس دیتے رہتے ہیں، جب تک سننے والے متنفر نہ ہوجائیں۔ دوسری طرف یہ لوگ ہیں کہ جن کے دم قدم سے دینِ مصطفوی کی بہاریں ہیں، یہ ہفتے میں صرف تین درس دیتے اور مجلس منعقد کرتے۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں ستر ستر ہزار افراد حاضر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آواز میں وہ کرامت عطا کی تھی کہ جس طرح آپ کی آواز پہلی صف میں موجود حاضرین کو سنائی دیتی، اسی مجلس وعظ کی آخری صف میں بھی آپ کی آواز اسی طرح سنائی دیتی۔ جب آپ بیان کرتے تو لوگوں کے دلوں پر ایک ایسی کیفیت وارد ہوتی کہ لوگ عالمِ جذب میں اپنے گریبان چاک کردیتے، کپڑے پھاڑ لیتے، بے ہوش ہوجاتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا کہ سیدنا غوث الاعظمؓ کی ایک مجلسِ وعظ میں اس قدر کیفیات ہوتیں کہ ستر ستر جنازے اٹھتے۔

شانِ استغناء

حضور غوث الاعظمؓ کے استغناء کا عالم یہ تھا کہ آپ اپنی پوری زندگی میں کبھی ایک دن کے لیے بھی وقت کے بادشاہوں کے دروازے پر نہ گئے۔ مجھے ان فقیروں کے فقر کی سمجھ نہیں آتی، ان دعویٰ داروں کے دعویٰ ولایت کی سمجھ نہیں آتی جو بات تو اللہ تعالیٰ کے خوف کی کرتے ہیں لیکن دنیا داروں کے دروازوں کے بھکاری بنتے ہیں، دامنِ مراد پھیلائے ان کے پاس جاتے ہیں اور دنیاداروں کے گدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والا سوائے اللہ کے کسی اور در سے کچھ نہیں مانگتا۔ دروازوں پر بھکاریوں کی طرح جانے اور دنیا داروں کے دروازوں کا گداگر بن کر رہنا اور اپنی عزتِ نفس کو مجروح اور تباہ کردینا، یہ سب کچھ اللہ کی ولایت سے بہت دور ہے۔ جن لوگوں کا تعلقِ قلبی اس ذات کے ساتھ جڑ جاتا ہے، پھر وہ اس کے سوا کسی اور کا تصور بھی نہیں کرتے۔ وہ صرف اسی کے محتاج ہوتے ہیں بلکہ مصطفوی ہونے کے سبب ساری کائنات ان کی محتاج ہوجاتی ہے۔

حضور غوث الاعظمؓ عباسی خلافت کے دور میں کسی حاکم کے دربار میں نہ گئے بلکہ اگر کسی حاکم کو مخاطب کرنا ہوتا اور اسے اس

کی ذمہ داریوں کا احساس دلوانا یا اس کے ظلم پر اس کی گرفت کرنا ہوتی تو اسے خط لکھتے اور اس میں اسے اس طرح خطاب فرماتے کہ ''اے خلیفۂ وقت! عبدالقادر تجھے یہ حکم دیتا ہے۔'' آپ کا یہ طرزِ تخاطب اس لیے تھا کہ حقیقی بادشاہ آپ ہی تھے جنھیں اللہ نے لوگوں کے ظاہر اور باطن پر حکمرانی عطا کی تھی۔ خلیفہ المستنجد باللہ ابوالظفر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دینار کی تھیلیاں نذرانے کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ ہدیہ اور نذرانہ قبول فرماتے تھے، اس لیے کہ نذرانہ قبول فرمانا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے اور پیش کرنا صحابہ کی سنت ہے۔ حضور ﷺ تحائف رد نہیں کرتے تھے، دل شکنی نہیں کرتے تھے، کوئی دعوت دیتا تو قبول فرماتے تھے لیکن حضور غوث الاعظمؒ نے خلیفۂ وقت سے دیناروں کی بھری ہوئی تھیلیاں لینے سے انکار کردیا۔ اس نے اصرار کیا، آپ نے پھر انکار کردیا، اس کے زیادہ اصرار پر آپ نے دونوں تھیلیوں کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں پکڑا اور ان تھیلیوں کو نچوڑا۔ دیناروں کی تھیلیوں سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ آپ نے اس وقت بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ظالم خلیفہ تجھے شرم نہیں آتی۔ غریب لوگوں کا خون چوس کر میرے پاس نذرانہ بنا کر لایا ہے۔ خدا کی قسم مجھے آل رسول کا احترام نہ ہوتا تو تھیلیوں کو اتنا نچوڑتا کہ اس کا خون تیرے محلات تک پہنچ جاتا۔

محی الدین کے لقب کا عطا کیا جانا

اللہ رب العزت نے آپ کو محی الدین کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ اس لیے کہ دین کو زندہ کرنا اور دین کی تجدید کرنا شانِ استغناء کے بغیر ممکن نہیں۔ جو لوگ در بدر بھکاری بنے پھرتے ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دین کو رسوا کرتے ہیں، دین کو زندہ نہیں کرسکتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے دن مسجد کی طرف جا رہا تھا کہ ایک ضعیف کمزور دبلا پتلا شخص راستے میں بیٹھا تھا، اس نے مجھے سلام کیا اور کہا: عبدالقادر! مجھے اٹھالے۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھالیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی صحت بحال ہوگئی، چہرہ توانا ہوگیا اور تازگی واپس لوٹ آئی۔ اس نے پوچھا: مجھے پہچانا ہے؟ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگا: عبدالقادر! میں تیرے نبی کا دین ہوں اور میں اس دور میں مردہ ہورہا تھا۔ اللہ نے تیرے ذریعے مجھے تازہ زندگی عطا کردی ہے۔ تو محی الدین ہے۔ یعنی دینِ مصطفوی کو زندہ کرنے والا ہے۔

آپ کو اللہ رب العزت کی طرف سے ملنے والے اس لقب کے بعد جب آپ بغداد کی جامع مسجد پہنچے، جہاں ہزاروں کا اجتماع تھا تو ہر شخص کی زبان پر ''یامحی الدین یا محی الدین'' تھا۔ اللہ نے ہر شخص کے دل میں یہ القاء کردیا کہ آپ دینِ مصطفوی کو زندہ کرنے والے ہیں۔

حضور غوث الاعظمؒ نے اپنی زندگی میں ہی اسلام کو زندہ نہیں کیا بلکہ وصال کے بعد بھی آپ کا روحانی تصرف اتنا کامل تر رہا کہ جب تاتاریوں نے سلطنتِ اسلام کو تباہ و برباد کردیا تھا تو اس کے تباہ و برباد ہوجانے کے بعد اسلام کی شمع پھر سے سیدنا غوث الاعظمؒ کے روحانی فیضان سے ہی روشن ہوئی۔

حضور غوث الاعظمؒ کی شانِ محبوبیت

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ.

''اللہ جسے (خود) چاہتا ہے اپنے حضور میں (قربِ خاص کے لیے) منتخب فرما لیتا ہے اور اپنی طرف (آنے کی) راہ دکھا دیتا ہے (ہر) اس شخص کو جو (اللہ کی طرف) قلبی رجوع کرتا ہے۔'' (الشوریٰ، ۴۲: ۱۳)

اس آیت مبارکہ کے پہلے حصے میں اللہ کے محبوب اور چنیدہ لوگوں کا ذکر ہے کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے منتخب فرمالیتا ہے اور دوسرے حصے میں فرمایا کہ مخلوق میں سے جو اس کی طرف آنے کی کوشش کرتا ہے، دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو وہ اس کے لیے دروازہ کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ آجا! یہ راستہ میری طرف آتا ہے۔ یعنی مجھے حاصل کرنے کے لیے محنت کرنے والے، تیری محنت رائیگاں نہیں جائے گی، تو میرے پاس آنا چاہتا ہے تو یہ راستہ میری طرف آتا ہے۔

پس اللہ کے بندوں کے دو راستے ہوئے:

۱۔ راہِ جذب ۲۔ راہِ سلوک

ایک بندہ وہ ہے جسے صدق، اخلاص، زہد کی وہ دولت عطا ہوتی ہے کہ اللہ کی نگاہ اس بندے کو خود چن کر اپنی بارگاہ تک پہنچادیتی ہے۔ اس راہ کو راہِ جذب کہتے ہیں۔ اس جذب سے مراد مجذوبیت نہیں کہ ہوش و حواس ختم ہوجائیں بلکہ اس سے مراد قربِ الٰہی کا ایک راستہ ہے۔

ایک بندہ وہ ہے جو اس کی طرف جانے اور اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے محنت، ریاضت اور مجاہدہ کرتا ہے، اللہ اسے بھی اپنی طرف آنے کا راستہ بتلادیتا ہے۔ جو خود راستہ پوچھ کر آتا ہے، اس کی راہ کو راہِ سلوک کہتے ہیں۔

راہِ جذب اور راہِ سلوک کا فرق اس مثال سے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے کہ کسی بھی لوہے کے ٹکڑے کو مقناطیس بنانے کے دو طریقے ہیں:

۱۔ لوہے کا ٹکڑا لے کر اس کو زور زور سے مقناطیس کے ساتھ رگڑنا شروع کردیں۔ مقناطیس کے ساتھ مسلسل رگڑتے رہیں، محنت کرتے رہیں تو رفتہ رفتہ اس رگڑ کی محنت سے اس لوہے کے ٹکڑے میں بھی مقناطیسی اثر پیدا ہوجاتا ہے۔ اب اگر اسے مقناطیس سے جدا کردیں تو پھر یہ بھی لوہے کے چھوٹے چھوٹے ذرات کو اپنی طاقت کے مطابق کھینچے گا۔ یہ راہِ سلوک کی مثال ہے کہ محنت و ریاضت سے کچھ اثر پیدا ہوگیا۔

۲۔ مقناطیس بنانے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوہے کے ٹکڑے کو مقناطیس کے ساتھ رگڑنے کے بجائے بڑی طاقت کے مقناطیس کے ساتھ اس لوہے کے ٹکڑے کو جوڑ دیں، رگڑنا نہیں بلکہ اسے صرف مقناطیس کے ساتھ ملانا ہے۔ اب اس لوہے کے آگے بھی لوہے کے جتنے ٹکڑے رکھیں گے، یہ لوہے کا ٹکڑا ان لوہے کے ٹکڑوں کو بھی کھینچ لے گا۔ اب اس میں طاقت رگڑ سے نہیں آئی بلکہ اس کی طاقت اس مقناطیس سے براہ راست آرہی ہے۔

پہلے طریقے میں مقناطیس کا اثر رگڑ کی محنت سے ہے جبکہ دوسرے طریقے میں مقناطیس سے مل جانے سے اثر پیدا ہوا۔

وہ لوگ جو محنت و مشقت کرتے ہیں، ان کے لیے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

''اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد (یعنی مجاہدہ) کرتے ہیں تو ہم یقیناً انہیں اپنی (طرف سَیر اور وصول کی) راہیں دکھا دیتے ہیں۔'' (العنکبوت، ۲۹: ۶۹)

اور وہ لوگ جنھیں منتخب کرلیا جاتا ہے، ان کے لیے فرمایا:

اَللّٰهُ يَجْتَبِىْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ.

ان لوگوں کو رگڑ کی محنت کی بھی حاجت نہیں ہوتی، انہیں ریاضت اور مشقت کے مرحلوں میں سے بھی نہیں گزارا جاتا، بس وہ اللہ کی نظر میں آجاتے ہیں اور اللہ انھیں خود اپنی بارگاہ کے ساتھ ملا دیتا ہے اور وہ انھیں اپنا وصال عطا کرتا ہے۔ بارگاہ ربوبیت کا اثر ان کے جسم سے گزرتا ہے جو براہِ راست دنیا کو کھینچنے لگتا ہے۔

پس جو لوگ راہِ سلوک سے آتے ہیں انہیں مرید کہا جاتا ہے اور جو راہِ جذب سے آتے ہیں انہیں مراد کہا جاتا ہے۔۔۔ جو راہِ سلوک سے آتے ہیں وہ طالب کہلاتے ہیں اور جو راہِ جذب سے آتے ہیں انہیں مطلوب کہا جاتا ہے۔۔۔ جو راہِ سلوک سے آتے ہیں وہ محبّ ہوتے ہیں جو راہِ جذب سے آتے ہیں وہ محبوب گردانے جاتے ہیں۔۔۔ جو راہِ سلوک سے آتے ہیں وہ منتظِر رہتے ہیں اور جو راہِ جذب سے آتے ہیں وہ منتظَر کہلائے جاتے ہیں۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر ۔۔۔ ایں سراپا انتظار او منتظَر

یعنی کچھ وہ ہیں جو صبح و شام اس کی طرف تکتے رہتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ صبح و شام وہ ان کی طرف تکتا رہتا ہے کہ میرے بندے! تو زبان کھول تو سہی، تو خواہش کر تو سہی، میں لکھی ہوئی تقدیر کو مٹا ڈالوں گا، تو ہاتھ اٹھا تو سہی، میں لوح محفوظ پر ویسا ہی لکھ ڈالوں گا، جو تو مانگے گا۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ میرے بندوں کے لیے ہے، میں تو ان چیزوں سے بے نیاز ہوں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ.

''اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔'' (الرعد، ۱۳: ۳۹)

وہ ذات جو لکھا ہوا مٹا دیتی ہے اور نہ لکھی ہوئی تقدیر کو لکھ دیتی ہے، اس ذات کا نام اللہ ہے۔ اسے کوئی پوچھنے والا

نہیں ہے کہ لکھی ہوئی تقدیر کو مٹا کیوں دیا اور نہ لکھی تقدیر کو لکھ کیوں دیا؟ کبھی ہم نے یہ سوچا کہ لکھی ہوئی تقدیریں اگر مٹائی نہیں جاسکتیں تو قرآن کیوں کہہ رہا ہے کہ اللہ چاہے تو لکھی ہوئی تقدیر کو مٹا دیتا ہے۔

اگر ایسا نہ ہوسکتا ہو اور کہا جائے کہ یہ ہوسکتا ہے تو معاذ اللہ یہ بات درست نہ ہوتی۔ سوال یہ ہے کہ وہ لکھی ہوئی تقدیروں کو مٹاتا کیوں ہے؟ اسے مٹانے کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟ کیا اسے پہلے معلوم نہ تھا۔ (معاذ اللہ استغفراللہ) کیا پہلے غلطی سے لکھا گیا اور بعد میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوئی؟ نہیں، بلکہ وہ ذات تو غلطی سے پاک ہے، ہر حاجت اور ضرورت سے پاک ہے، اسے نہ لکھی ہوئے کو مٹانے کی حاجت اور نہ لکھے ہوئے کو لکھنے کی حاجت ہے۔ وہ تو ہر حاجت سے بلند ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ وہ لکھے کو مٹاتا بھی ہے اور نہ لکھے کو لکھتا بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ بے نیاز ہے تو وہ یہ سب کس کی خاطر کرتا ہے؟

درحقیقت وہ اپنے اس بندے کی خاطر کرتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے کہ بندے مجھے تو لکھنے اور مٹانے کی حاجت نہیں۔ اگر تو لکھوانا چاہتا ہے تو بول ام الکتاب تو میرے پاس ہے، میں لکھنے والا ہوں، جو کہے گا، لکھ دوں گا۔ اسی طرح اگر تو مٹانا چاہتا ہے تو بول، ہاتھ اٹھا کر میری بارگاہ میں دعا کر، میں لکھی ہوئی تقدیر کو مٹا دوں گا۔ پس یہ لوگ وہ ہیں جنھیں وہ اپنا محبوب بناتا ہے اور اپنی بارگاہ میں رتبہ محبوبیت عطا کرتا ہے۔

سیدنا غوث الاعظمؒ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں سے ہیں جنہیں اولیاء کرام نے باصراحت لکھا کہ آپ رتبۂ محبوبیت پر فائز ہیں۔ یہ مقامِ محبوبیت وہ ہوتا ہے کہ جہاں بندہ اپنے رب سے لاڈ کرتا ہے۔ محبوبیت کو اس مثال سے سمجھیں کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے سے بے حد محبت کرے یا کوئی دوست اپنے دوست سے بے پناہ پیار کرے تو اس محبت و پیار میں وہ اس کے ناز و نخرے برداشت کرتا ہے، اس کا دل توڑنے کو دل نہیں چاہتا اور اس کی بات موڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس دنیا میں دنیاوی محبت کرنے والے تو کہتے ہیں کہ محبوب تو مانگ! میں ساری کائنات تجھ پر لٹانے کو تیار ہوں۔ یہ ان کا حال ہے جو محبت میں بھی ناقص ہوتے ہیں جن کے پاس تھوڑا ہوتا ہے اور وہ رب جس کے پاس سب کچھ ہے اور جس کی محبت بھی کامل ہے، جب وہ محبت کرتا ہے اور اس سے اس کا محبوب مانگے تو کیا وہ اسے عطا نہ کرے گا۔

سیدنا غوث اعظمؒ رتبہ محبوبیت پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر انھوں نے ارادے سے کچھ کہا تو رب نے وہ بھی پورا کیا اور اگر بغیر ارادے سے بھی کچھ کہا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔

پہلا حال تو یہ ہے کہ آپ نے جب بھی ارادتاً کسی مُردہ کو زندہ ہونے کا کہا تو رب نے اس مُردہ کو بھی زندہ کردیا۔ حضور غوث الاعظمؒ کی سوانح کی جملہ کتب میں ہے کہ آپؒ کی بارگاہ میں ایک عورت اپنے بچے کو تربیت کے لیے لے کر آئی کہ حضرت اس بچے کی تربیت فرمائیں۔ کچھ عرصے کے بعد عورت اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے آئی تو اس نے دیکھا کہ بچہ جو کی روکھی روٹی کھا رہا ہے اور کمزور و دبلا پتلا ہوگیا ہے اور چہرے پر زردی غالب ہے۔ ماں پریشان ہوگئی لیکن خاموش رہی۔ پھر سیدنا غوث الاعظمؒ کی خدمت میں زیارت کے لیے چلی گئی اور دیکھا کہ آپ مرغ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ اس وقت اس کی مامتا رہ نہ سکی، زبان خاموش نہ رہی اور بول پڑی کہ حضور! یہ فرق دیکھ کر میں چپ نہیں رہ سکتی کہ بچہ آپ کے سپرد کرکے گئی تھی کہ اس کی تربیت کریں، میں توقع کرتی تھی کہ اسے آپ اپنا بیٹا اور اولاد سمجھ کر تربیت فرمائیں گے لیکن وہ جو کی سوکھی روٹی کھا کر اس کمزوری کے حال کو پہنچ چکا ہے اور آپ مرغ تناول فرما رہے ہیں۔

حضور غوث الاعظمؒ نے اس عورت کو وہیں بٹھا لیا اور کھانا کھاتے رہے۔ جب سالن ختم ہوا تو اس مرغ کی ہڈیاں ایک جگہ جمع کیں اور ہڈیوں کو حکم فرمایا:

قم باذن اللہ الذی یحییٰ العظام وھی رمیم.

اللہ کے اذن سے کھڑے ہوجاؤ، وہ جو ہڈیوں کو شکستہ ہونے کے بعد زندہ کردیتا ہے۔

آپ کے کہنے کی دیر تھی کہ مرغا زندہ ہوگیا۔ فرمانے

لگے: اے خاتون! جب تیرا بچہ بھی اس مقام پر پہنچ جائے گا تو اسے بھی اجازت ہوگی کہ جو کھانا چاہے تناول کرے لیکن یہ تربیت کے مرحلے ہیں۔ ان مع العسر یسرا کے مصداق ان مشقتوں سے گزرے بغیر ان حالتوں کو نہیں پہنچا جاتا۔ ہم بھی اس مقام پر اس کے فضل سے ہی پہنچے ہیں لیکن ہم نے بھی یہ مشقتیں برداشت کی ہیں۔ 24 برس جنگلوں میں درختوں کے پتے کھائے۔۔۔ سالہا سال بھوک برداشت کی۔۔۔ گیارہ سال مراقبے کیے اور بھوک کی کثرت کی وجہ سے بارہا بے ہوش ہوگئے۔۔۔ ہزارہا تکالیف برداشت کیں۔۔۔ چالیس برس راتوں کو جاگے۔۔۔ راتوں کو کھڑے ہوکر قرآن مجید کی تلاوت کی۔۔۔ ان مشقتوں سے گزرے تو غوثیتِ عظمیٰ تک پہنچے۔ تیرا بچہ جب یہ مرحلے طے کرے گا تو وہ بھی یہاں تک آجائے گا۔

حضور غوث الاعظمؓ کا یہ تصرف ارادی سطح پر تھا کہ آپ جو ارادہ کرتے تو وہ کام اسی طرح ہوجاتا مگر آپ کی شانِ محبوبیت اس سے بھی بڑھ کر تھی کہ اگر بغیر ارادہ بھی زبان سے کوئی بات نکل جاتی تو اللہ تعالیٰ وہ بھی پورا کردیتا کیونکہ ارادہ نہ سہی لیکن زبان تو محبوب کی ہے۔

ایک دفعہ سیدنا غوث الاعظمؓ کی تقریر فرمارہے تھے کہ اس دوران ایک چیل اجتماع کے اوپر آئی اور چیخ و پکار کرنے لگی۔ اس سے ایک شور مچ گیا اور لوگ ادھر متوجہ ہونے لگے، کافی پریشانی ہوئی۔ دورانِ تقریر غیر ارادی طور پر، بے خیالی میں اور جلال کی کیفیت میں آپ کی زبان سے نکلا:

مالك قطع الله عنقك.

تجھے کیا ہے اللہ تیری گردن کو قلم کردے۔

جونہی آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تو چیل تڑپتی ہوئی زمین پر گر پڑی اور مرگئی۔ اجتماع ختم ہوگیا، آپ گھر تشریف لے جانے لگے تو گزرتے ہوئے دیکھا کہ چیل زمین پر مری پڑی ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ اسے کیا ہوا ہے؟ عرض کی: حضرت آپ کی زبان سے دورانِ تقریر یہ الفاظ نکل گئے تھے کہ تجھے کیا ہے، تیرا سر قلم ہوجائے۔ فرمانے لگے: واللہ! ہمارا ارادہ یہ نہ تھا کہ اس پر موت وارد ہو۔ اسی وقت اسے ٹھوکر لگائی اور فرمایا: اڑ جا، تجھے ہم مارنا نہیں چاہتے۔ آپ کے قدم مبارک کے مَس ہونے کی دیر تھی کہ چیل اسی وقت زندہ ہوکر اڑ گئی۔

خدا کی ذات زندگی دینے والی بھی ہے اور موت وارد کرنے والی بھی ہے مگر اللہ کا بندہ جب رتبۂ محبوبیت پر فائز ہو تو اس کی زبان سے کسی کی موت کا لفظ نکل جائے تو اس بندہ پر موت کی کیفیت وارد ہوجاتی ہے اور اگر حیات کی دعا زبان سے نکل جائے تو خدا حیات عطا کردیتا ہے۔ اس لیے کہ مُردوں کو زندہ کرنا اور زندوں کو مارنا ہمارے لیے تو ناممکن ہوگا لیکن رب کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے اور وہ اپنے محبوبوں کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ کی لاج رکھتا ہے۔ دیگر اولیاء جہاں اپنے کمال کا افشاء نہیں کرسکتے، وہاں رتبہ محبوبیت کا حامل ولی اپنا جو کمال چاہے، بیان کرے۔ رب کہتا ہے کہ محبوب جب تو ہمارا لاڈلا ٹھہرا تو اب جو کمال اور تصرف چاہے بیان کر، تیرے کمال کو سلب نہیں کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الاعظمؓ ببانگ دہل اپنے کمالات اور تصرفات کو بیان فرمارہے ہیں اور ہزاروں کے اجتماع میں فرمایا:

قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله.

میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

یہ رتبہ محبوبیت ہے کہ آپ کو نسبتِ عبدیت اور ولایتِ محمدی عطا ہوئی۔ اس لیے اپنی نسبت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

وَكُلُّ وَلِيٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّيْ عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ.

ہر ولی کسی نبی علیہ السلام کے قدم پر ہوتا ہے اور بے شک میں نبی ﷺ کے قدمِ اقدس پر ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کمال (یعنی مکمّل چاند) ہیں۔

دعا ہے کہ ہم حضور غوث الاعظمؓ اور اولیاء کے مقام کو سمجھ سکیں اور ان کی محبت و عقیدت اور تعلیمات کی روشنی سے اپنے دلوں کو منور کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی راہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

بغرضِ اصلاح بچوں کی تادیب کا حکم؟

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات؟ کرنسی کی ذخیرہ اندوزی؟

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، زیر نگرانی: مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: اصلاح کی غرض سے بچوں کی تادیب کا کیا حکم ہے؟

جواب: مار پیٹ اور سزا سے بچوں کو تکلیف اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات والدین اور اساتذہ بچوں کو ان کے ناقابلِ قبول رویوں پر سزا دینا اپنا حق سمجھتے ہیں تاکہ وہ انہیں فوری نظم و ضبط کا پابند بنا سکیں جبکہ ان کے اس رویے سے اصلاح کی نسبت بگاڑ کا احتمال زیادہ ہے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ بچوں کی اصلاح کے لیے ترغیب و ترہیب دونوں ضروری ہیں، کیونکہ بعض اوقات صرف ترغیب کارگر نہیں ہوتی اور فقط ترہیب پر بھی اکتفاء کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے والدین اور اساتذہ کو موقع و محل کی مناسبت سے وقتاً فوقتاً دونوں پر عمل کرنا چاہیے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور ہر معاملہ میں اعتدال کا سبق دیتا ہے۔ تعلیم کے میدان میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی مشعلِ راہ ہے۔ آپ ﷺ بچوں کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں ڈانٹ ڈپٹ اور برا بھلا کہنے کی بجائے انہیں پیار، محبت اور حکمت سے سمجھاتے۔ حضرت معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ ﷺ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ.

میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا: یرحمک اللہ۔ لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: کاش یہ مر چکا ہوتا، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے سمجھا کہ وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، نہ مارا، بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں؛ نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔ (مسلم، الصحیح، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ ونسخ ما کان من إباحتہ، ۱:۳۸۱، رقم: ۵۳۷)

معلم میں حلم الطبع اور عفو و درگزر جیسی صفات کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر بچوں کی کسی غلطی پر معلم کو غصہ آ جائے تو وہ درگزر کرنے کی بجائے مار پیٹ اور غصے سے طلبہ کو اور بھی

تنفر کر دیتا ہے۔ حالانکہ اس مسئلہ کا صحیح حل ایسی تادیبی کارروائی کرنا ہے، جو تعمیری ہو۔ مثلاً اگر معلم نے بچے کو ہوم ورک دیا اور اگلے دن کلاس میں بچے نے کہا کہ میں نے واقعی کام کر لیا ہے مگر ہوم ورک کی کاپی گھر بھول آیا ہوں۔ استاد کو تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو تعمیری سزا کے طور پر استاد اس بچے کی تفریح کے وقت اسے وہی کام دو یا تین مرتبہ لکھنے کو دے۔ اس سے بچے کو پریشانی لاحق ہوگی۔ کیونکہ تفریح کے وقت کوئی بچہ بھی مقید ہونا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا معلم بچوں کی غلطیوں پر درگزر کرتے ہوئے سزا کی بجائے بقدرِ ضرورت تعمیری و تادیبی کارروائی عمل میں لائے۔ بچوں کے ساتھ والدین کا رویہ بھی یہی ہونا چاہیے کیونکہ بیجا ڈانٹ ڈپٹ اور ہر وقت کی مار پیٹ بچوں پر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔

مار پیٹ سے بچوں پر مرتب ہونے والے چند منفی اثرات درج ذیل ہیں:

۱۔ ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ، مار پیٹ اور غصہ نہ صرف بچوں کی ذہنی و جسمانی نشوونما پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ والدین و اساتذہ اور بچوں میں دوری کا بھی سبب بنتا ہے۔ وہ کسی کو بھی اپنی بات سمجھانے سے قاصر رہتے ہیں۔

۲۔ بچے اپنے والدین اور اساتذہ کا عکس ہوتے ہیں۔ اگر والدین بیجا غصہ اور رعب جماتے رہیں گے تو بچوں کی عادت میں بھی یہی رنگ نظر آئے گا۔

۳۔ بچے انتہائی خاموش اور سہمے سہمے سے رہتے ہیں۔ بچپن کا وہ چلبلا پن جو بچوں کی فطرت ہے وہ ان میں مفقود ہو جاتا ہے۔

۴۔ بچے جب اپنے جذبات مجروح ہوتے دیکھیں گے تو ان کے اندر منفی احساسات پیدا ہو جائیں گے۔ خود اعتمادی کے فقدان کے باعث وہ کسی بھی تعمیری کام میں حصہ لینے سے گھبراتے رہیں گے۔

۵۔ بچوں کی مثبت صلاحیتیں منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں جس کے نتائج نہ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث بنتے ہیں بلکہ پورے معاشرے کے لیے بھی وبال بن جاتے ہیں۔

سوال: اسلام کے معاشی نظام کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: اسلام کے معاشی نظام کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ وہ تمام مسائل جن پر انسان کا معاشی انحصار ہے، سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت اور اس کی تخلیق ہیں۔

قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ. (البقرہ،۲: ۲۸۴)

’’جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لیے ہے۔‘‘

۲۔ خالقِ کائنات، رازقِ کائنات بھی وہی ہے جو تمام مخلوقات کو رزق دیتا ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا.

’’اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر (یہ کہ) اس کا رزق اللہ (کے ذمۂ کرم) پر ہے۔‘‘ (ھود،۱۱: ۶)

۳۔ اسلام کا معاشی نظام انفرادی حقِ ملکیت تسلیم کرتا ہے۔ اس میں کچھ حدود و قیود لگائی گئی ہیں لیکن انسان کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا گیا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ. (البقرہ،۲: ۲۶۷)

’’اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرو۔‘‘

۴۔ اسلام حقِ معیشت میں مساوات کا قائل ہے۔ اسبابِ معیشت میں ہر انسان کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق فراہم کرتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ (الاعراف،۷: ۱۰)

’’اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکّن و تصرّف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے، تم بہت ہی کم شکر بجا لاتے ہو۔‘‘

۵۔ جس طرح اسلام حقِ معیشت میں مساوات کا داعی ہے اور ہر انسان کو اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ اسبابِ معشیت سے فائدہ اٹھانے کا حق دیتا ہے۔ اسی طرح حالات کو سامنے رکھتے

ہوئے درجاتِ معیشت میں تفاوت کی نشاندہی کرتا ہے۔ یعنی اسلام میں معاشی مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ذی روح کو دنیا میں رہنے کا حق حاصل ہو، محنت اور ترقی کے راستے سب کے لئے ہوں اور وہ معیشت میں اپنا کردار ادا کر سکے۔ اس کا فیصلہ اس کی محنت، قابلیت اور کام کرنے کی صلاحیت پر رکھا گیا ہے جتنا وہ کام کرے گا، اسی حساب سے معیشت میں اس کا درجہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ.

’’اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق (کے درجات) میں فضیلت دی ہے (تاکہ وہ تمہیں حکمِ انفاق کے ذریعے آزمائے)۔‘‘ (النحل،۱۶: ۷۱)

اس کے پس منظر میں اس آیت کو ذہن میں رکھنا ضروری ہوگا۔ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى. (النجم،۵۳: ۳۹)

’’اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اُس نے کوشش کی ہوگی (رہا فضل اس پر کسی کا حق نہیں وہ محض اللہ کی عطاء و رضا ہے جس پر جتنا چاہے کر دے)۔‘‘

مذکورہ بالا اساسی تصورات کے ساتھ اسلام نے معاشیات کے میدان میں اخلاقی اقدار کی بھی نشاندہی کی ہے جن میں تقویٰ، احسان، ایثار، عدل، اخوت، تعاون، توکل، قناعت اور مساوات اہم ہیں۔

سوال: ایک آدمی ڈالر خرید کر ذخیرہ اندوزی کرتا ہے اور مہنگا ہونے پر بیچ دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: ذخیرہ کی جانے والی اشیاء مختلف اقسام کی ہوتی ہیں جیسے: ضروریات، آسائشات اور تعیّشات وغیرہ جبکہ ذخیرہ اندوزی کی بھی کئی صورتیں ہیں۔ اس لیے کسی ایک شے یا ایک قسم کا حکم سب پر نہیں لگایا جاسکتا۔ مثال کے طور پر اشیائے ضرورت یعنی اشیائے خورد و نوش غلہ اور روزمرہ ضرورت کی اشیاء کو کچھ دیر کے لیے ذخیرہ کرنا تاکہ اس سے مناسب منافع حاصل کیا جاسکے جائز ہے۔ تاہم اس میں اتنی تاخیر کرنا کہ جس سے لوگ تنگی میں مبتلا ہو کر انتہائی مہنگے داموں خریدنے پر مجبور ہو جائیں، گناہ ہے۔ گویا اشیائے ضرورت اگر بازار میں آسانی سے دستیاب ہوں اور ان کے حصول کے لیے لوگوں کو کسی طرح کی تنگی اور قلّت کا سامنا نہ ہو تو مستقبل کی پیش بندی کے لیے انہیں ذخیرہ کرنا جائز ہے لیکن اگر اس کا مقصد مصنوعی قلت پیدا کرنا ہو تو ناجائز ہوگا۔ اشیائے ضرورت کی مصنوعی قلت پیدا کر کے مہنگے داموں فروخت کرنے والے کو رسول ﷺ نے ملعون قرار دیا ہے۔

اشیائے آسائشات وتعیّشات کی بھی ایسی ذخیرہ اندوزی جس سے لوگوں کو تنگی لاحق ہو، ناجائز ہے مگر اس میں قدرے رعائت دی گئی ہے۔ مناسب منافع کے لیے ان اشیاء کو بھی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی بھی مصنوعی قلت پیدا کرنے میں شریک ہونا جائز عمل نہیں ہے۔ ڈالر یا دیگر غیرملکی کرنسیاں اسی زمرے میں آتی ہیں۔ اگر کسی شخص نے بازار سے ڈالر کی اتنی مقدار خرید کر ذخیرہ کر لی ہے، جس سے قیمت پر اثر پڑا ہے تو ناجائز ہے اور اگر معمولی مقدار میں ذخیرہ کیا ہے جس سے قیمت متاثر نہیں ہوئی تو کوئی حرج نہیں۔

ذخیرہ اندوزی کے سلسلے میں تمام فقہاء کا اصول یہی ہے کہ ذخیرہ اندوزی صرف اسی صورت میں ناجائز ہے جب ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے عامۃ الناس کو ضرر پہنچے۔ بازار میں کسی شے کی طلب ہو لیکن ذخیرہ اندوز اس کو فروخت کرنے کے لیے بازار میں نہ لائے یا لائے بھی تو ناجائز منافع خوری کرے۔ اگر ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے عوام کو کوئی ضرر نہ پہنچے اور بازار میں اس چیز کی کثرت ہو تو اس صورت میں ذخیرہ اندوزی کرنا ناجائز نہیں ہوگا۔ تاہم کھانے پینے کی اشیاء یا دیگر اشیائے ضرورت کی ذخیرہ اندوزی کو ہر حال میں روکا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

جو شخص غلہ روک کر گراں نرخ پر مسلمانوں کو فروخت کرتا ہے، اللہ اسے جذام اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جس شخص نے چالیس دن تک گرانی کے خیال سے غلہ روکے رکھا تو گویا وہ خدا سے بیزار ہوا اور خدا اس سے بیزار ہوا۔ ❁❁❁❁❁

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہمیت اور تقاضے

محبت کے جذبہ سے خالی اتباع کی کوئی اہمیت نہیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلۂ ایمان و معرفت ہیں

محمد ذکوان ندوی

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اُس پر ابو سفیان کو جس نے اماں دے دی
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا
سلام اُس پر جو امت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اُس پر جو دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیت ہے

سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھردیں فقیروں کی
سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی
الٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت، اوجِ دارائی
سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں
سلام اُس ذات پر کہ جس کے یہ پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے
درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل وجاں ہے
درود اُس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
درود اُس پر کہ جس کے تذکرے ہیں پاک بازوں میں
درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
درود اُس پر، جسے شمعِ شبستانِ ازل کہیے
درود اُس پر، ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیے
درود اُس پر، بہارِ گلشن عالم جسے کہیے
درود اُس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہیے
رسولِ مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفیٰ کہیے
وہ جس کو ہادیِ 'دَعْ مَا کَدِرَ، خُذْ مَا صَفَا' کہیے

☆ ایڈیٹر ماہنامہ اشراق ہند، ممبئی

ایمان بالرسالت اور محبتِ رسول کی تجدید

ماہر القادری (وفات: ۱۹۷۸ء) کا یہ کلام سادہ اسلوب میں گویا سیرتِ رسول کا ایک بہترین خلاصہ ہے۔ ضرورت ہے کہ آج ہر طرح کے تعصب، بے روح مذہبیت، فنی اور رسمی قسم کے نظامِ تعلیم و تعلم اور ہر قسم کی متعصّبانہ گروہ پرستی سے بلند ہوکر ہماری مجلسوں، اداروں اور مسجدوں میں درود و سلام کی یہ صدا پھر اُسی انداز میں گونج اٹھے جس طرح وہ آج کے اس ماحول سے پہلے ہر طرف گونجتی تھی۔ آج کے مادّی اور الحادی ماحول میں ضرورت ہے کہ نوجوانانِ ملت کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ سے سچے تعلق کی دبی ہوئی چنگاری کو ایک بار پھر سے شعلہ زن کر دیا جائے۔

اِس کے لیے ضروری ہوگا کہ ذکر ودعا اور صلوٰۃ وسلام کے اعتبار سے، یومِ جمعہ کی خصوصی اہمیت کی بنا پر اِس دن خاص طور پر اپنے گھروں اور مسجدوں میں منعقد تذکیری اور تربیتی مجالس کے دوران سنجیدہ و باادب انداز میں حمد ونعت پر مبنی کلام اور کثرتِ صلوٰۃ وسلام کا اہتمام کیا جائے۔ اِس طرح عام طور پر لوگوں کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی محبت واطاعت کے پاکیزہ اور فطری جذبات پیدا کیے جاسکتے ہیں۔ اِس قسم کے دعوتی اور تذکیری حلقے گویا ایمان بالرسالت کی تجدید کے ہم معنی ثابت ہوں گے۔

امید ہے کہ اِس سے دل کی ویران کھیتیاں سرسبز وشاداب ہوں اور اُن میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت وحرارت پیدا ہو۔ یہ دین کا منشا اور ایمان کا اوّلین تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اہلِ ایمان کا سچا تعلق قائم ہو۔ آپ ﷺ کے ساتھ یہ زندہ تعلق دلوں میں ایمان کی روح پھونکنے کا بہترین ذریعہ، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین سے وابستگی اور موجودہ مادّی اور الحادی طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک تازہ دم فوج (سپاہِ تازہ) کی حیثیت رکھتا ہے:

سپاہِ تازہ بر انگیزم از ولایت عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است!

’’عقل کی بے باکی اور سرکشی کی بنا پر حرم کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ لہٰذا اِس طوفان سے مقابلہ کرنے کے لیے ہم مملکتِ عشق سے جنوں کی ایک تازہ دم فوج لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔‘‘

سچی محبت اور وقتی جذباتیت میں فرق

محبتِ رسول ﷺ کے اس پاکیزہ جذبے کا اُس پُر شور ’’جذباتیت‘‘ سے کوئی تعلق نہیں جس کے بعض مظاہر ہمارے ہاں اکثر ’’حبِ رسول‘‘ کے نام پر خود آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین و پیغام کی بدنامی کا سبب بنتے جا رہے ہیں۔ حبِ رسول ﷺ ایک انتہائی سنجیدہ نوعیت کا معاملہ ہے۔

حبِ رسول ﷺ وہی ہے جو اپنے ذہنی اور قومی مفروضات کے بجائے خود رسول ﷺ کے بتائے ہوئے ارشادات کے مطابق ہو۔ اِس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآن مجید کی سورہ التوبہ کی آیت ۲۴، اور سورہ الاحزاب کی آیت ۲۱ سے رہنمائی حاصل کرنا چاہیے۔ اِس میں بتایا گیا ہے کہ اہلِ ایمان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کی پسند وناپسند اور اُن کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا معیار بنائیں۔ وہ اُنھیں اپنے ماں باپ، مال و اولاد، تمام محبوب اشیا اور تمام محبوب افراد و شخصیات سے زیادہ محبوب سمجھیں۔ وہ اُنھیں ہر دوسری محبت اور اپنے تمام مادّی، نفسانی اور دنیوی تقاضوں پر ترجیح دیں۔

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت کے درمیان اِس طرح کی قانونی تقسیم درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سے جو چیز مطلوب ہے، وہ محبت ہے اور رسول ﷺ کی نسبت سے جو چیز مطلوب ہے، وہ محض آپ ﷺ کی اتباع ہے۔ محبت کے بغیر اتباع ممکن ہے اور نہ دین میں ایسے میکانکی اتباع کی کوئی اہمیت ہے جس میں محبت کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔ اپنی اصل کے اعتبار سے، اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت گویا ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ہم آپ کو ’’محمد بن عبد اللہ‘‘ کے بجائے ’’محمد رسول اللہ‘‘ مانتے ہیں۔ اللہ رب العالمین سے آپ ﷺ کا یہی مخصوص تعلق اِس بات کا متقاضی ہے کہ ہم آپ ﷺ سے محبت کریں۔ اللہ سے محبت رب العالمین سے محبت ہے اور رب العالمین سے محبت کا یہ فطری تقاضا ہے کہ اُس کے پیغمبر ﷺ سے محبت کی جائے۔ رسول ﷺ سے یہ محبت کسی مجرد بنیاد پر نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے اور اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے قائم

ہوتی ہے۔ حبِ رسول ﷺ، دراصل حبِ خداوندی ہی کا ایک فطری تقاضا ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَحِبُّوا اللّٰهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ، وأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللّٰهِ، وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي لِحُبِّي (سنن الترمذی: ۳۷۸۹)۔

''اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اُن نعمتوں کی وجہ سے جو اُس نے تمھیں عطا فرمائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب مجھ سے محبت کرو، اور میرے اہل بیت سے میری خاطر محبت کرو۔''

اِس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے حافظ ابن قیم (وفات: ۷۵۱ہجری) فرماتے ہیں:

وكلّ محبّة وتعظيم للبشر، فإنّما تجوز تبعاً لمحبة اللّٰه وتعظيمه كمحبة رسوله وتعظيمه، فإنّها من تمام محبّة مرسله وتعظيمه، فإن أمته يحبونه لحبّ اللّٰه له ويعظّمونه ويجلّونه لإجلال اللّٰه له، فهي محبَّة للّٰه من مُوجبات محبّة اللّٰه. وكذلك محبّة أهل العلم والإيمان ومحبة الصّحابة رضي الله عنهم وإجلالهم تابعٌ لمحبة اللّٰه ورسوله لهم. والمقصود أن النَّبيﷺ ألقى اللّٰه سبحانه وتعالىٰ عليه منه المهابة والمحبة. ولكلّ مؤمن مخلص حظّ من ذلك.

(جلاء الأفهام في فضل الصلاة والسلام: ۱۸۷)

''انسان کی ہر محبت و تعظیم اللہ کی محبت و تعظیم کے تابع ہوگی۔مثلاً: نبی ﷺ کی محبت اور تعظیم درحقیقت آپ ﷺ کو مبعوث کرنے والے پروردگار سے محبت کی بنا پر ہے۔لہٰذا امت کے افراد جو آپ ﷺ سے محبت رکھتے ، وہ اللہ ہی کی وجہ سے محبت رکھتے، اور آپ ﷺ کی جو قدر ومنزلت کرتے ، وہ اللہ کی محبت اور اُس کی عظمت ہی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اہلِ علم وایمان اور صحابہ سے محبت کا سبب بھی یہی ہے۔یہ سب اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کے تابع ہے۔غرض، اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنی عظمت ومحبت کا ایک بڑا حصہ عنایت کیا ہے۔نیز ہر سچے اور مخلص مومن کو بھی اِس میں سے ایک حصہ عطا فرمایا گیا ہے''۔

اطاعتِ رسول کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ. (النساء۴: ۶۴)

''اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اِس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ براہِ راست معاملہ نہیں کرتا۔ وہ اپنی ہدایت نبیوں اور رسولوں کی وساطت سے عطا فرماتا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اصل مقصود تو خدا کی اطاعت ہے،مگر اُس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی جائے۔

لہٰذا یہ اطاعت کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔قرآن کا مطالبہ ہے کہ یہ اتباع کے جذبے سے اور پورے اخلاص، پوری محبت اور انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ ہونی چاہیے۔انسان کو خدا کی محبت اِسی اطاعت اور اِسی اتباع سے حاصل ہوتی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (آل عمران۳: ۳۱)

''(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمھیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمھارے لیے تمھارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے بار بار 'أطيعُوا اللّٰهَ وأطيعُوا الرسُولَ' (النساء۴: ۵۹۔ النور۲۴: ۵۴) کہہ کر اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کا ایک ساتھ حکم فرمایا اور رسول ﷺ کی اطاعت کو خود اللہ کی اطاعت (النساء ۴: ۸۰) قرار دیا ہے۔اِسی طرح آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا ہے:

مَن أطاعني فقد أطاع اللّٰه، ومَن عصاني فقد عصى اللّٰه.

''جس نے میری اطاعت کی، اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اُن نے براہِ راست اللہ رب العالمین کی نافرمانی کا ارتکاب کیا''۔ (البخاری:۷۱۳۷)

چنانچہ خود اللہ کے پیغمبر ﷺ کی زبان سے اہلِ ایمان کو اِس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں تو اُنھیں اِس محبتِ الٰہی کے حصول اور اِس دعوے کے ثبوت کے لیے دین کی پیروی اور رسول کے اتباع کا طریقہ لازماً اختیار کرنا ہوگا۔ (آل عمران۳:۳۱)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا يؤمن أحدُكم حتى يكون هواه تبَعاً لِما جئتُ به.

’’تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک کامل الایمان نہیں ہوسکتا، جب تک اُس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع فرمان نہ ہوجائیں‘‘۔ (الأربعين:٤١)

ایمان اور محبتِ رسول کے مابین تعلق پر مبنی چند پیغمبرانہ ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِين. (صحیح مسلم:۴۴)

’’تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اُس کے نزدیک اُس کی اولاد، اُس کے والد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔‘‘

۲۔حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

والذي نفسي بيده، لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ [ومن أهله وماله] وَالنَّاسِ أَجْمَعِين. (صحیح البخاری:۱۴-۱۵۔فتح الباری:۸۲/۱)

’’تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اُس کا یہ حال نہ ہوجائے کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والدین، اُس کے آل و اولاد، اُس کے مال و منال، غرض تمام محبوب چیزوں اور تمام محبوب افراد سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔‘‘

۳۔حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لا يجد أحدٌ حلاوةَ الإيمان، حتىّ يُحِبَّ المرءُ لا يحبُّه إلا لله، وحتىّ أن يُقذَفَ في النارِ أحبُّ إليه مِنْ أن يَرجِعَ إلى الكفرِ بَعدَ إذ أنقذه الله، وحتىّ يكونَ اللهُ ورسولُه أحبُّ إليه ممّا سواهما. (صحیح البخاری:۶۹۴۱۔مسلم:۱۶۵)

’’کوئی شخص اُس وقت تک ایمان کی حلاوت سے بہرہ ور نہیں پا سکتا، جب تک وہ کسی شخص سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لیے کرے؛ اور ایمان کے بعد دوبارہ کفر کی طرف پھر جانے سے، آگ میں ڈال دیا جانا اُس کو محبوب ہو، مگر کفر میں جانا اُس کو پسند نہ ہو؛ اور جب تک دوسری تمام چیزوں کے مقابلے میں، اللہ اور رسول اُس کو زیادہ محبوب نہ ہو جائیں‘‘۔

۴۔ عبد اللہ بن ہشام ؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ تھے۔آپ عمر بن خطاب کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ، آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِه، حَتّى أَكُونَ أَحبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِك. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فإنّه الآنَ، وَاللهِ، لَأَنتَ أَحبُّ إلي مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الآنَ يَا عُمَر!

’’نہیں، قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے(تم اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے) یہاں تک کہ میں تمھیں اپنی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ انھوں نے عرض کیا: اے خدا کے رسول، اللہ کی قسم، اب مجھے آپ اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اے عمر، اب تمھاری محبت کامل ہوئی ہے۔‘‘ (صحیح البخاری: ۶۶۳۲)

۵۔سیدنا علی بن ابی طالب ؓ سے پوچھا گیا کہ صحابہ کرام ؓ رسول اللہ ﷺ سے کیسی محبت رکھتے تھے؟ انھوں نے فرمایا:

كان والله، أحبَّ إلَيْنا مِن أموالنا، وأولادِنا، وآبائنا، وأمّهاتِنا، ومِن الماءِ الباردِ على الظَّمأ.

خدا کی قسم، آپ ہمارے مال واولاد اور ہمارے ماں باپ سے زیادہ ہمیں محبوب اور حالتِ پیاس میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ مرغوب تھے۔ (المناهل، السيوطي: ۹۵۷،الشفاء القاضي عياض:۴۹۷)

ذکرِ الٰہی اور ذکرِ رسول ﷺ

یہاں ذکر رسول ﷺ سے ہماری مراد تذکیر ودعوت کے دوران رسول ﷺ اور اصحابِ رسول ﷺ کی سیرت و اخلاق، آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بیان اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے حلقے ہیں۔ اپنی اصل کے اعتبار سے، ذکرِ رسول ﷺ اور ذکرِ الٰہی دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ ذکر الٰہی اگر اِس لیے مطلوب ہے کہ اللہ ہمارا خالق و مالک اور منعم و کارساز ہے،

تو اتباعِ رسول ﷺ کے جذبے سے آپ ﷺ کی سیرت واخلاق کا ذکر و بیان اللہ سے آپ ﷺ کے اِسی مخصوص تعلق کی بنا پر مطلوب ہوگا۔ یہ صرف اللہ کا رسول ﷺ ہے جو ہمارے اور اللہ کے درمیان وسیلۂ ایمان و معرفت ہے۔ اب آپ ﷺ کی پیروی اور آپ ﷺ ہی کی سیرت کے ذریعے ایک شخص ایمان باللہ اور اُس کی حقیقی معرفت و محبت حاصل کرسکتا ہے۔

محبتِ رسول یا اتباعِ رسول۔۔۔؟

اِس معاملے میں اتباع اور محبت کا سوال بھی محض ایک کلامی نوعیت کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت جب اپنی اصل مطلوب صورت میں پیدا ہوجائے تو پھر اِس کے بعد اِس قسم کا تکنیکی سوال درست نہیں کہ رسول ﷺ کی نسبت سے جو چیز مطلوب ہے، وہ ان کی محبت ہے یا صرف اتباع؟ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے سچی محبت اور تعلق کے بعد ان کی محبت اور اتباع میں فرق کرنا بے معنی ہوگا۔

محبت گہرے قلبی تعلق کا نام ہے اور اِس طرح کے سچے قلبی تعلق کے بعد کسی انسان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اپنے محبوب کی نافرمانی کرے اور اُس کی پیروی کے معاملے میں سنجیدہ نہ ہو۔ چنانچہ مشہور قول ہے:

كُلّما ازْداد الحبُّ، زادتِ الطاعات

”محبت میں جس قدر اضافہ ہوگا، اطاعت میں اُسی قدر اضافہ ہوتا جائے گا۔“

امام شافعی فرماتے ہیں:

لو كان حبُّك صادقاً، لأطعتَه
إنّ المُحبَّ لِمَنْ يُحبُّ مُطيعُ

”اگر اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے تمھاری محبت سچی ہو تو تم اُن کی اطاعت ضرور کروگے۔ اِس لیے کہ ایک محبت کرنے والا شخص اپنے محبوب کا فرماں بردار ہوا کرتا ہے۔“

تیسری صدی کے ایک مشہور عالم ابو سلیمان دارانی (وفات: ۲۱۵ہجری) نے فرمایا کہ

’لمّا ادّعتِ القلوبُ محبّةَ اللّٰه تعالىٰ، أنزل اللّٰهُ لها مِحنةً‘. (مدارج السالكين، ابن القيم:۲۲/۳)

لوگوں نے جب محبت کا دعویٰ کیا تو اُن کے اِس دعوے کو جانچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ’آیتِ محبت‘ (آل عمران ۳:۳۱) کو ایک معیار کے طور پر نازل فرمادیا۔

آیت محبت: **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** (آل عمران،۳: ۳۱) ”آپ ﷺ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمھیں (اپنا) محبوب بنا لے گا۔“ کے حوالے سے یہ کہنا درست نہیں کہ رسول ﷺ کی صرف پیروی مطلوب ہے، محبت مطلوب نہیں۔ اِس آیت میں محبت کی تعریف یا اُس کی تمام حدود بیان نہیں کی گئی ہیں، بلکہ یہاں محبت کا اصل تقاضا بیان کیا گیا ہے۔ آیت میں انسان کی نسبت سے مطلوب فطری جذباتِ محبت کی نفی ہرگز نہیں۔ ایسا سمجھنا انسان اور محبت دونوں کی تصغیر کے ہم معنی ہوگا۔

اِسی طرح آیۂ زیر بحث کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رسول ﷺ کی یہ اتباع، محبت سے خالی اور جذبات سے عاری ہو۔ آیت میں جس بات کی تاکید کی گئی ہے، وہ بے روح قسم کی کوئی جامد تقلید یا ظاہردارانہ دین داری نہیں، بلکہ اتباعِ رسول ﷺ کا حقیقی ثبوت دے کر رسول ﷺ سے اپنے دعوائے محبت کی تصدیق کرنا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو اطاعت طوعاً ہو، وہی مطلوب ہے، کرہاً کی جانے والی اطاعت جس میں قلبی تعلق شامل نہ ہو، وہ اطاعت نہیں، بلکہ صرف بے روح ’مذہبیت‘ ہے جو خدا کے ہاں مقبول نہیں۔

دین اسلام میں ایسا ایمان باللہ اور ایمان بالرسول جس میں قلبی تعلق کارفرما نہ ہو، اکثر حالات میں محض ظاہرداری کے ہم معنی ہوا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمارا حقیقی تعلق اُس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا، جب تک اِس کی بنیاد دو چیزوں پر نہ ہو ـــــ ایمان، اور اطاعت۔ اور اطاعت وہی ہے جو طوعاً ہو، نہ کہ کرہاً، یعنی قلبی تصدیق اور دل کی پوری رضا مندی کے ساتھ، جس میں جبرواکراہ شامل نہ ہو۔ اِس روح سے خالی تصورِ اطاعت صرف ایک ایسا مبتدعانہ تصور ہوگا جو کتاب و سنت میں سرتا سر اجنبی ہے۔ (جاری ہے)

39 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس 2022ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ایمان افروز خطاب

جامعہ الازہر مصر کے اساتذہ اور جید علماء، مشائخ نے کانفرنس میں شرکت کی

عشاقانِ مصطفی ﷺ کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مینار پاکستان کے سبزہ زار میں جمع تھا

رپورٹ: محبوب حسین

تحریک منہاج القرآن کے زیرِ اہتمام امسال مینار پاکستان پر 39 ویں عالمی میلاد کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں لاکھوں عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ نے نہایت جوش و جذبے اور ولولے کے ساتھ شرکت کی۔ قومی و بین الاقوامی خصوصی مہمانان گرامی قدر، علماء و مشائخ، اساتذہ، وکلاء اور ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والے نمایاں افراد کی ایک کثیر تعداد کانفرنس میں خصوصی طور پر شریک ہوئی۔ علاوہ ازیں سابقہ جملہ عالمی میلاد کانفرنسز میں شریک شرکاء سے کئی بڑھ کر تاحدِ نگاہ عوام کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی دنیا بھر میں عالمی میلاد کانفرنس اور تحریک منہاج القرآن کی عوامی پذیرائی اور مقبولیت کا اعلان کر رہا تھا۔

عالمی میلاد کانفرنس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے آن لائن شرکت کی اور خصوصی خطاب فرمایا۔ یہ کانفرنس صاحبزادہ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صاحبزادہ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی زیرِ نگرانی منعقد ہوئی۔ اس پروگرام کے جملہ انتظامی امور ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈا پور، بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان (نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل) اور محمد جواد حامد (نائب ناظم اعلیٰ ایڈمنسٹریشن) کی سربراہی میں قائم کمیٹیوں نے احسن طور پر سرانجام دیئے۔

☆ عالمی میلاد کانفرنس میں امسال فضیلۃ الشیخ الدکتور ابراھیم صلاح الھد ھد (سابق رئیس جامعۃ الازھر مصر) اور فضیلۃ الاستاذ احمد محمود الشریف الازھری (جامعۃ الازہر مصر) نے خصوصی شرکت کی۔

دیگر مہمانوں میں نائب امیر جماعت اسلامی محترم لیاقت بلوچ، ڈائریکٹر جنرل خانہ فرہنگ ایران محترم آغا جعفر روناس، محترم جسٹس (ر) نذیر احمد غازی، سجادہ نشین حضرت سلطان باہو محترم سلطان احمد علی، محترم سید صمام علی شاہ بخاری (زیب سجادہ کرمانوالہ شریف)، محترم پیر صوفی اسد اللہ شاہ نقیبی (سجادہ نشین نقیب آباد شریف)، محترم پیر سید شمس الرحمٰن مشہدی (سجادہ نشین حسین آباد شریف سرگودھا)، محترم دیوان حامد مسعود چشتی (پاکپتن شریف)، امیر متحدہ جمیعت اہلحدیث محترم سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، محترم پیر سید سعید الحسن شاہ (صوبائی وزیر)، محترم صاحبزادہ پیر فقیر محمد (آستانہ عالیہ بٹ خیلہ شریف)، محترم پیر مفتی حمید جان سیفی، سربراہ جامعہ عروۃ الوثقیٰ محترم سید جواد نقوی، ڈی جی اوقاف محترم ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، محترم معین الدین محبوب کوریجہ (سجادہ نشین دربار کوٹ مٹھن شریف)، محترم پیر سید سردار آغا غزنی، محترم مفتی محمد رمضان سیالوی، محترم پیر سید علی رضا بخاری (سجادہ نشین بساہاں شریف آزاد کشمیر)، محترم پیر سید عبد الماجد محبوب گیلانی، محترم پیر سید نور علاؤ الدین قادری (کوئٹہ)، محترم صاحبزادہ پرویز اکبر ساقی، محترم مفتی محمد کریم خان، محترم پیر سید علی حیدر شاہ بخاری، محترم پیر اجمل عرفان دانش، محترم پیر ضیاء الحق نقشبندی (امیر تنظیم اتحاد امت پاکستان)، محترم پیر احمد عاصم سلیم ہجویری (سجادہ نشین داتا گنج بخش علی ہجویری)، محترم صوفی اظہر عباسی صابری، محترم

صاحبزادہ کلیم احمد فخری (سجادہ نشین چشتیاں شریف بہاولنگر)، محترم پیر اختر رسول قادری، محترم پیر سید خورشید الحسن شاہ (اوچ شریف)، محترم پیر سید طاہر نذیر نقشبندی (خانقاہ نقشبندیہ فاروق آباد)، محترم صاحبزادہ پیر سید محمد فیصل ریاض حسین شاہ، محترم صاحبزادہ پیر سید نعمان ریاض حسین شاہ، محترم پیر سید اصغر علی شاہ (گوجرانوالہ)، محترم سردار محمد انور ڈوگر (ملتان)، محترم امجد چوہدری (چیئرمین بزنس فرنٹ)، محترم مسعود عالم بٹ، محترم مفتی عاشق حسین شاہ، محترم پیر طارق ولی (سجادہ نشین مجلس چشتیہ پاکستان)، محترم پیر زادہ محمد حسین گولڑوی (نمائندہ خاص دربار عالیہ گولڑہ شریف)، محترم مفتی محمد عمران نظامی (خطیب دربار عالیہ بابا فرید گنج شکر)، محترم پیر بدر منیر سیفی، محترم مولانا عاصم مخدوم، محترم پیر سید عطاء الرسول شاہ (منچن آباد شریف)، محترم پیر سید جمیل الرحمٰن چشتی (سجادہ نشین چشتیہ آباد شریف کامونکی)، محترم پیر خوشی محمد خوشحال (آستانہ عالیہ نقشبندیہ شیخوپورہ)، محترم پیر سید شہزاد ظفر (سجادہ نشین مانوالا شریف)، محترم پیر سید علی رضا گیلانی (سجادہ نشین میاں میر) اور دیگر نامور جید علماء و مشائخ شامل تھے۔

☆ علاوہ ازیں تحریک منہاج القرآن کے جملہ مرکزی نائب ناظمین اعلیٰ، جملہ فورمز تحریک؛ MSM، یوتھ لیگ، ویمن لیگ، علماء کونسل کے مرکزی عہدیداران، کارکنان اور جملہ مرکزی شعبہ جات کے ذمہ داران نے پروگرام میں خصوصی شرکت کی۔

☆ میلاد کانفرنس میں قاری اللہ بخش نقشبندی اور قاری خالد حمید کاظمی نے تلاوت قرآن پاک کا شرف حاصل کیا جبکہ حافظ مرغوب احمد ہمدانی، سید خالد حسین شاہ گیلانی، محمد افضل نوشاہی، شہزاد برادران، ظہیر بلالی، سمیع اکرم بلالی، شہزاد حنیف مدنی، ڈاکٹر سرور صدیق، شکیل طاہر اور دیگر نے گلہائے عقیدت پیش کئے جبکہ نقابت کے فرائض علامہ سعید رضا بغدادی، علامہ مدثر نوری، علامہ سرفراز حسین، علامہ منہاج الدین قادری، علامہ مہتاب اظہر راجپوت، انعام مصطفوی، علامہ حسن محمود جماعتی نے سرانجام دیئے۔

☆ عالمی میلاد کانفرنس میں محترم جی ایم ملک (ڈائریکٹر فارن افیئرز MQI) نے بیرون ممالک سعودی عرب، کینیڈا، ہانگ کانگ، کویت، اٹلی، سویڈن، USA، ساؤتھ افریقہ، ابوظہبی، فرانس، UK، ساؤتھ کوریا، جاپان اور دوبئی سے تشریف لانے والے معزز مہمانان گرامی قدر کو خوش آمدید کہا۔ اس موقع پر محترم علامہ سید محمود شاہ الازہری کو ان کی 35 سالہ گرانقدر تحریکی خدمات کے اعتراف میں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر MQI ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے گولڈ میڈل اور شیلڈ سے نوازا۔

اظہارِ خیالات مہمانانِ گرامی قدر

عالمی میلاد کانفرنس میں تلاوتِ قرآن مجید اور حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدایا درود و سلام اور ثناء خوانی کے بعد مہمانانِ گرامی اور مرکزی قائدین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اِن خطابات کے خلاصے نذرِ قارئین ہیں:

محترم انجینئر محمد رفیق نجم (نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن)

محترم انجینئر محمد رفیق نجم نے عالمی میلاد کانفرنس میں خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا لگایا ہوا وہ عشقِ رسول ﷺ کا پودا ہے جو پورے ملک کے اندر اس قدر تناور ہو چکا ہے کہ اب گلی گلی اور محلّہ محلّہ تاجدار انبیاء ﷺ کے میلاد کا جشن منایا جاتا ہے۔ آج کا یہ جم غفیر تحریک منہاج القرآن اور اس کے کے جملہ فورمز کے عہدیداران و کارکنان کی مشترکہ محنتوں کا ثمر اور نتیجہ ہے۔

محبتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ آج ہم آپ ﷺ پر ایمان بھی لائیں اور آپ کی مدد و نصرت بھی کریں۔ آپ ﷺ کی مدد و نصرت سے مراد دینِ اسلام کی خدمت بجا لانا ہے۔ آج تحریک منہاج القرآن شرق تا غرب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں صرف عشقِ رسول ﷺ کی بات نہیں کرتی بلکہ نصرتِ رسول ﷺ یعنی نصرتِ دین کی بات بھی کرتی ہے۔ آج مذہبی انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ شدت پسندی کے حالات میں تحریک منہاج القرآن عشق رسول ﷺ کے چراغ بھی روشن کر رہی ہے اور فرزندانِ توحید اور عشاقان رسول کو تاجدار

انبیاءؑ کے دین کی خدمت کا سلیقہ بھی سکھا رہی ہے۔

شیخ الاسلام نے قرآن و حدیث کے علمی دلائل کے ساتھ ہر پہلو اور ہر جہت سے دینِ اسلام کی نصرت کا حق ادا کردیا ہے۔ ملک بھر کی تنظیمات کے عہدیداران اور کارکنان مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جن کی کاوشوں کی بدولت تجدیدِ دین، احیائے اسلام، فروغِ عشقِ مصطفیٰ ﷺ اور اصلاحِ احوالِ امت کا یہ مصطفوی مشن پوری دنیا میں ہر آئے روز عروج کی جانب گامزن ہے۔

محترم علامہ رانا محمد ادریس (نائب ناظم اعلیٰ)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی یہ عظیم رات عطا فرمائی ہے اور پھر کرم بالائے کرم کہ ہمیں اس عظیم رحمتوں اور برکتوں والی رات کے اندر ہزارہا علماء و مشائخ کی سنگت اور بالخصوص وقت کے مجدد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت، رہنمائی اور سنگت میں تاجدار کائنات ﷺ کی آمد کی خوشیاں منانے کی توفیق عطا فرمائی۔ مومن کا سب سے بڑا سرمایہ ایمان ہے اور ایمان آقا ﷺ کی محبت، عشق اور ادب میں فنا ہوجانے کا نام ہے۔ جشن میلاد النبی ﷺ درحقیقت اسی محبت، عشق اور ادب کا اظہار ہے۔

مینار پاکستان کے اس تاریخی گراؤنڈ میں عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر منہاج القرآن اور شیخ الاسلام پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کرم کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ عالمی میلاد کانفرنس ایک تاریخی کانفرنس کا روپ دھار چکی ہے اور تعداد کے اعتبار سے اپنے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ کر ایک نیا ریکارڈ قائم کرچکی ہے۔ یقیناً یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کرم، شیخ الاسلام کی توجہات، منہاج القرآن کی پاکستان بھر کی تنظیمات کی شبانہ روز محنت اور کارکنانِ تحریک کا تاجدار کائنات ﷺ کی ذات کے ساتھ والہانہ محبت و عشق کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

مینار پاکستان کے اس تاریخی گراؤنڈ کے اندر عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، یہ خوشیاں، یہ رنگینیاں، یہ چہل پہل، یہ چمک، یہ دمک، یہ پھبن، یہ مہک اور ہر طرف کملی والے آقا ﷺ کے ترانے، درود و سلام کے گجرے، گھر گھر آقا کریم ﷺ کے میلاد پاک کی محافل، ان ساری سرگرمیوں کا مرکز و محور، روح اور جان مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہیں، جنہوں نے ہمیں حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت اور ادب کے اظہار کے طریقے سکھلائے۔

محترم صاحبزادہ سید علی رضا بخاری (ممبر آزاد کشمیر اسمبلی)

روح پرور، ایمان افروز، عشق و محبت سے بھرپور عالمی میلاد کانفرنس کے انعقاد پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور صاحبزادگان کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ آج کے دور میں جہاں دنیا گلوبل ویلج کا روپ اختیار کرچکی ہے، نہ صرف لاہور کی سرزمین پر منعقد ہونے والی عالمی میلاد کانفرنس کے شرکاء بلکہ دنیا بھر کے مسلمان منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے عشق و محبت، ذوق و شوق، کیف و سرور اور نبی کونین ﷺ کی نسبت کی برکتیں اور آپ کے فیض و کرم سے مستفیض ہورہے ہیں۔ منہاج القرآن ایک ایسا پلیٹ فارم ہے کہ جہاں ہم آقائے نامدار ﷺ کے اس دنیا میں تشریف لانے کے بابرکات لمحات کو یاد کرکے اپنی جھولیوں میں دنیا و آخرت کی خیرات اور حضور ﷺ کے فیوضات حاصل کرسکتے ہیں اور ان سے اپنے قلب و روح اور ظاہر و باطن کو منور کرسکتے ہیں۔

محترم لیاقت بلوچ (مرکزی نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے زمانہ طالبِ علمی سے یاد وابستہ ہے۔ اللہ نے انہیں بڑی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور انہوں نے اپنے علم اور تحقیق کے ساتھ عالمِ اسلام میں اپنے مقام اور اپنی اہمیت کو تسلیم کروایا ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ ہر مرض کی دوا ہے، ہر مسئلے کا حل ہے اور دورِ حاضر کے ہر چیلنج کا جواب ہے۔ آج اتحاد امت اور وحدتِ انسانی کی ضرورت ہے۔ فرمان رسول اللہ ﷺ کے مطابق قیامت کے دن انبیاء و شہداء ان پر رشک کریں گے جو دنیا میں دین کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ یہ عظیم الشان کانفرنس اور یہاں موجود شرکاء کا عشق اور لگن اس بات کا اعلان ہے کہ یہاں اہلِ ایمان زندہ ہیں۔ آج ہمارے اخلاق، ہماری بنیادیں، ہمارا خاندان، ہماری نئی نسل اور

ہماری تعلیم بربادی سے دوچار ہیں۔ آج معیشت، مہنگائی اور کرپشن کی لعنت عام آدمی کی زندگی کو برباد کررہی ہے۔ ان حالات میں اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں کہ اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ قرآن و سنت سے جڑ جائیں اور اللہ کے دین کی روشنی میں اس پیغامِ حق کو نافذ کریں جو پیغام لے کر آج کی رات اللہ نے اپنے محبوب ہستی کو کائنات میں بھیجا۔

محترم پیر شمس الرحمٰن مشہدی (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسین آباد شریف)

محترم پیر شمس الرحمٰن مشہدی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کا پیغام پنجابی اشعار کی صورت میں شرکائے محفل تک پہنچایا کہ

آؤ اج میلاد منائیے۔۔۔ رحمت دا لنگر ور تائیے
نفرت نوں تے مار مکائیے۔۔۔ آؤ اج میلاد منائیے
رب رسولﷺ تو دور ہوگئے آں۔۔ دنیا وچ مغرور ہوگئے آں
سنگیو رب دے پاسے جائیے۔۔۔ آؤ اج میلاد منائیے
امت ہوگئی ٹکڑے ٹکڑے۔۔۔ ہر دی وکھری جنت ہوگئی
جھگڑے چھڈیئے پیار ودھائیے۔۔۔ آؤ اج میلاد منائیے
فتوے لا لا حد کر چھڈی۔۔۔ ہر ہر جاتے کندھ کر چھڈی
کندھاں ڈھائیے گھر سجائیے۔۔۔ آؤ اج میلاد منائیے

آج کی عالمی میلاد کانفرنس جو شیخ الاسلام کی خاص توجہ سے سجتی ہے، ہمیں اس سے یہ پیغام لے کر جانا چاہے کہ میلاد کا مقصد یہ ہے کہ مخلوق سے نفرتیں مٹادی جائیں اور محبتیں پھیلادی جائیں، حضور کے دین کو اپنے اخلاق و کردار کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلائیں، شیطان سے تعلق توڑ کر رحمٰن سے تعلق جوڑ لیا جائے۔ منہاج القرآن ان ہی مقاصد کے حصول کے لیے شیخ الاسلام کی قیادت میں اپنا کلیدی کردار ادا کررہی ہے۔

محترم صاحبزادہ سلطان احمد علی (سجادہ نشین حضرت سلطان باہوؒ)

میرے پاس منہاج القرآن سے محبت کی ایک نہیں دو نہیں بلکہ کئی ہزار وجوہات ہیں، اس لیے مجھے جب بھی حکم ملتا ہے تو میں یہاں آنے میں خوشی و مسرت محسوس کرتا ہوں۔ اللہ رب العزت نے آپﷺ کو اپنی صفات اور اپنے انوار کا مظہر اتم بنا کر بھیجا اور آپﷺ کو وہ شان و رفعت عطا فرمائی کہ حضورﷺ کی اطاعت مبارک کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ اس شب جو نور والا اس دنیا کے اندر جلوہ فرما ہوا، یہ اسی کے انوار کی برکتیں اور روشنی ہے جو ہمارے سینوں میں ہے۔ جب تک یہ امت کے سینے میں سرکارﷺ کے عشق محبت اور ادب و تعظیم کی روشنی ہے، اس امت کا چراغ اسی طرح روشن رہے گا۔ منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری امت کے سینے کو محبت و عشقِ مصطفیٰﷺ کی روشنی سے منور کرنے میں مصروفِ عمل ہیں اور میری ان سے محبت کی بڑی وجہ بھی یہی ہے۔

محترم جسٹس (ر) نذیر احمد غازی (اینکر پرسن 24 چینل)

ساحر صدیقی نے ایک بات کہی تھی جس کا منظر کبھی کبھار دیکھنے کو ملتا ہے اور آج عالمی میلاد کانفرنس میں ہم وہ منظر دیکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا تھا: یارسول اللہﷺ!

جس جا بھی تیرے قرب کے آثار ملے ہیں
معمورِ تجلی در و دیوار ملے ہیں
ارے لوگو میری قسمت کو سراہو
سرکار ملے ہیں مجھے سرکار ملے ہیں
نبیوں کو ہوئی جن کی معیت کی تمنا
قسمت سے ہمیں وہ قافلہ سالار ملے ہیں

جب میں یہ سوچتا ہوں کہ ملک کے کونے کونے سے اور بیرون ملک سے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگ آج عالمی میلاد کانفرنس میں کیوں چلے آئے ہیں؟ یہ کس لیے آئے ہیں؟ تو یہ جواب ملتا ہے کہ:

؎ شاہ خوباں آئے گا ہر راہ میں میلا لگا
کاسہ لیے لاکھوں گدا ہیں، کچھ اس طرف کچھ اُس طرف

میں سمجھتا ہوں کہ آج یہ گدایانِ دربارِ رسولِ خداﷺ یہاں پر بیٹھے ہیں۔ ایک دفعہ سیدنا ابوذر غفاریؓ سید عالمینﷺ کی محفل میں پریشانی کی حالت میں بیٹھے تھے۔ حضورﷺ سے بڑھ کر کون مزاج شناس ہوسکتا ہے۔ فرمایا: ابوذر لگتا ہے تم پریشان ہو، کیا بات ہے؟ عرض کیا: یارسول اللہﷺ قیامت کے روز جنت میں آپﷺ اعلیٰ ترین مقام پر تشریف فرما ہوں گے۔ مجھے یہ خیال پریشان کرتا ہے کہ ہم آپ کے قریب کیسے پہنچیں گے؟ سید

عالمین ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوذر! **المرء مع من احب.** آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یکا یک اٹھے اور آپ ﷺ کے سینہ اطہر سے لپٹ گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔ صحابہ کہتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ انھوں نے کتنی مرتبہ یہ بات دہرائی کہ حضور! ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔

آج اس عالمی میلاد کانفرنس کے شرکاء اور ہم سب اس عہدِ وفا کی تجدید کے لیے آئے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ سے محبت کرتے ہیں۔

محترم سید ضیاء اللہ شاہ بخاری (امیر متحدہ جمیعتِ اہلِ حدیث)

حضور نبی کریم ﷺ کی اس کائنات میں آمد سے لے کر آج تک اور پھر قیامت تک اللہ نے ہمارا ہر دن آپ ﷺ کی نسبتِ جلیلہ سے خوشیوں، کامیابیوں اور روشنیوں سے بھر دیا۔ آقا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تمہیں اپنی وہ سیرت، اسوہ اور شریعت دے کر جارہا ہوں کہ جس کا دن تو ہے ہی روشن و منور مگر اس کی رات بھی دوسری راتوں کی طرح اندھیری نہیں ہوتی بلکہ وہ بھی دن کی طرح روشن اور منور ہوتی ہے۔ یقیناً آج کی عالمی میلاد کانفرنس آپ ﷺ سے محبت کا اظہار ہے کہ ہم اپنے اپنے انداز کے ساتھ اللہ کی اس بات کو پورا کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ **النبی اولی بالمومنین من انفسهم.** ہمیں اپنے محبوب اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔

آج شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہمیں اس ہی ہستی کی محبت و اطاعت اور دینِ اسلام کی نصرت کی طرف متوجہ کررہے ہیں۔ میری شیخ الاسلام سے محبت دو وجوہات کی بنیاد پر ہے: پہلی وجہ آپ کی جملہ علمی و فکری تصنیفات ہیں بالخصوص حدیث اور اس ضمن میں حدیثِ ضعیف کی حجیت کے حوالے سے آپ کا تحقیقی کام لائقِ صد تحسین ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے محبت کا جو بیج بویا ہے اور خوف و ملامت کے ڈر کے بغیر ان ہستیوں سے محبت وعقیدت کا جو اظہار کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نسبت کی وجہ سے اصحاب رسول سے بھی محبت کریں اور آپ ﷺ سے نسبت ہی کی وجہ سے اہلِ بیت اطہار سے بھی محبت کریں۔ لہذا شیخ الاسلام بھی اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ہم ان سے بھی محبت کریں، اس لیے کہ آپ ان ہی برگزیدہ ہستیوں سے محبت اور ان کی تعلیمات کو حقیقی معنوں میں فروغ دے رہے ہیں۔ آج شیخ الاسلام جس راستے کو اپنائے ہوئے ہیں، میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ یہ راستہ آسان نہیں ہے۔ آج کے اس دور میں انتشار اور امت میں اختلاف کے باعث اتحادِ امت کا سودا بیچنا بہت مشکل بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ

مت پوچھ حال میرے کاروبار کا
آئینہ بیچتا ہوں اندھوں کے شہر میں

شیخ الاسلام آج جس استقامت کے ساتھ کھڑے ہیں، یہ اس کا نتیجہ ہے کہ آپ کی دعوت پر آج دیوبندی بھی آئے، اہل حدیث بھی آئے، اہل تشیع بھی آئے، اہل سنت بھی آئے، پاکستان سے مشائخ بھی آئے اور مصر کی جامعۃ الازہر سے شیوخ بھی آئے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جس کے بارے میں میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جب اللہ کسی سے محبت کرتا ہے تو اللہ اس کی مقبولیت روئے زمین پر رکھ دیتا ہے۔ آج میں شیخ الاسلام کی فراست کو ایک بار پھر خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے امت کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے جو تحریک پچھلے چالیس سال سے شروع کررکھی ہے، آج وہ آپ کے تربیت یافتہ کارکنان کے ذریعے دنیا بھر میں نہ صرف پھیل رہی ہے بلکہ اسے غیر معمولی پذیرائی بھی نصیب ہورہی ہے۔

محترم علامہ سید جواد نقوی (سربراہ جامعہ عروۃ الوثقیٰ)

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کی توصیف میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو طبیبِ امت بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ اپنی طب کی مرہم لے کر گردش میں ہیں، ایک جگہ ٹھہرے ہوئے نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی مرہم، دوائیں اور جراحی کا سامان تیار کررکھا ہے۔ آپ ﷺ نے امت کے درد و تکلیف کی دوا اور مرہم لے کر ہر مریض کے پاس جاکر وہیں اس پر مرہم رکھی، جہاں پر اس کی ضرورت تھی اور بیماریوں کا علاج

فرمایا۔ آپ ﷺ نے دلوں کا علاج، بصارتوں کا علاج، سماعتوں کا علاج فرمایا اور چراغِ ہدایت روشن فرمایا۔ یہ لوگ اس سے پہلے پتھر ہوچکے تھے اور چرنے والے جانوروں کی طرح تھے۔ آپ نے ان حالات میں ان کا علاج فرمایا۔

آج امتِ رسول اللہ جن امراض میں مبتلا ہے اس کے لیے حضور ﷺ کا اسی طرح کا نسخہ ہی کارآمد ہے اور وہ یہ کہ ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو اپنی طب کے ساتھ گردش کرے اور امت کی ان بیماریوں کی اصلاح کرے۔ الحمدللہ! طبیب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی صورت میں موجود ہیں۔ جنھوں نے ہر مناسب موقع پر امت کے وجود کو لاحق بیماریوں کی نہ صرف تشخیص کی بلکہ فوراً اس کا نسخہ تیار کرکے اس بیمار کے زخم پر رکھا ہے۔

آج جب امت کے اندر ہر باب سے فتنے اٹھ رہے ہیں اور گمراہی کے بحران کھڑے کیے جا رہے ہیں، دین کے نام پر، سیاست کے نام پر، مذہب کے نام پر، فرقوں کے نام پر جو گمراہی پھیلائی جارہی ہے، ایسے میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بروقت نسخہ جات تجویز کیے اور تجویز کرکے اس بیماری کے اوپر مرہم بنا کر رکھا یعنی جو کتاب بھی تیار کرکے امت کو پیش کی ہے، وہ امت کو لاحق کسی نہ کسی بیماری کا علاج ہے۔

محترم شیخ احمد محمود الشریف الازہری (جامعۃ الازہر۔ مصر)

محترم شیخ احمد محمود الشریف الازہری جامعۃ الازہر میں فقہ حنفی اور اصول فقہ کے نامور استاذ ہیں اور عقیدہ ماتریدیہ میں متخصص ہیں۔ آپ نے شرکائے کانفرنس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میں نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری سے مختلف علوم وفنون میں اجازات حاصل کررکھی ہے اور میں آگے اپنے تلامذہ کو شیخ الاسلام کی طرف سے یہ اجازات دیتا ہوں۔ میں شیخ الاسلام، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے اتنے معتبر علماء کے درمیان اس عالمی محفل میلاد میں شرکت کا عظیم موقع فراہم کیا ہے۔ یہی وہ عظیم جگہ ہے جہاں اس عظیم مملکت کے لیے قرار داد قائداعظمؒ نے پیش کی تھی اور آج اسی جگہ پر اس عظیم وطن کے طول وارض سے شیخ الاسلام نے علماء کو جمع کرکے اس مملکت پاکستان کی تکمیل کی طرف اہم قدم اٹھایا ہے۔

یہاں تمام مسالک کے علماء کے محبت رسول ﷺ پر کلام سے اور تمام علماء کی باہم محبت سے امت کو دوبارہ اٹھنے کا موقع نصیب ہوگا۔ شیخ الاسلام کے انہی افکار سے امت کا دوبارہ احیاء ہوگا۔ شیخ الاسلام کے یہ افکار محبتِ رسول ﷺ کی اساس لیے امت سے ہر طرح کی نفرت اور انتہا پسندی کا خاتمہ کردیں گے۔

محترم ڈاکٹر طاہر رضا بخاری (ڈی جی مذہبی امور اوقاف پنجاب)

حضرت علامہ محمد اقبالؒ دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد جب واپس لوٹ رہے تھے تو اطالوی ڈکٹیٹر موسولینی نے ان سے ملاقات کی۔ موسولینی نے ان سے پوچھا کہ مجھے کوئی بات بتائیں۔ اقبال نے کہا کہ اپنے شہروں کی آبادیوں کو مختصر رکھو اور جب شہروں کی آبادیاں ایک خاص حد سے تجاوز کرجائیں تو پھر ان کو روک کر اردگرد چھوٹے چھوٹے شہر آباد کرو۔

موسولینی حیرانگی کے عالم میں اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا، فرطِ جذبات سے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا کہ کیا کمال (Excellent) بات ہے۔ اقبال تو نے کتنی اچھوتی بات کی ہے۔ حضرت اقبال نے کہا کہ یہ بات میری نہیں بلکہ یہ بات رسول اکرم ﷺ کی ہے جو آپ نے 13 سو سال پہلے اس وقت کہی تھی جب مدینہ کی شہری بستی ایک خاص حد سے تجاوز کرنے لگی تھی تو آپ ﷺ نے قریب چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد کرنے کا حکم فرمایا اور اس شہری آبادی کی ٹاؤن پلاننگ کی اور فرمایا کہ تمہاری گلیاں اتنی کھلی ہونی چاہئیں کہ جس میں دو لدے ہوئے بیل گزر سکیں، تمہاری مارکیٹ ٹیکس فری ہونی چاہیے اور تمہارے شہروں کے اندر مرکزی مقام پر ہسپتال ہونے چاہئیں۔ اقبال نے کہا موسولینی اگر دنیا میں عروج چاہتا ہے تو یورپ کے بجائے اپنا رخ مدینہ منورہ کی طرف کرلے۔

وہ ایک ایسا مصطفوی معاشرہ تھا جس کی نظیر رسول محتشم ﷺ نے عطا کی اور آج جس کی عملی تطبیق کی طرف تحریک منہاج القرآن ایک طویل عرصے سے بڑے جذبے اور ولولے کے ساتھ کوشاں ہے اور ان شاء اللہ مصطفوی معاشرے کی تشکیل کا خواب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی کوشش سے

ہم سب کو جلد دیکھنا نصیب ہوگا۔

الشیخ الدکتور ابراہیم صلاح الھدھد (سابق رئیس جامعۃ الازہر)

اللہ رب العزت کے فرمان: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ۔۔۔۔ میں ’’ہ‘‘ ضمیر حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال نورِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ کو نور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا. وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا. (الاحزاب،۳۳: ۴۵، ۴۶)

’’بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خَلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حُسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منوّر کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے)۔‘‘

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہمیں عالمی میلاد کانفرنس کے اس عجیب وغریب اور حیران کن منظر میں شرکت کی دعوت دے کر ہم پر احسان کیا۔ میں نے پچاس سے زائد ممالک کے دورے کیے اور مختلف نوعیت کے پروگرامز اور محافل میں شریک ہوا مگر اس جیسا عظیم الشان پروگرام کہیں نہیں دیکھا۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری سے جامعۃ الازہر میں دورانِ تعلیم میری ملاقات رہی ہے۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کا شکریہ کہ انھوں نے ہمیں اس پروگرام میں مدعو کیا۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو صالح ذریت بنائے اور اپنے باپ دادا کے نقشِ قدم پر چلائے اور تمام عمر حسنِ عمل اورحسنِ قول پر قائم رکھے۔

یہ جو عظیم منظر ہے، یہ بہت سے اشارات و دلالات پر دلالت کرتا ہے۔ پہلی دلالت یہ ہے کہ ہم آج جس منظر میں ہیں یہ قول نہیں بلکہ عمل کے اثرات ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہزاروں لوگوں کا عمل ہزاروں لوگوں کے قول سے بہتر ہے۔ محفل میں شریک یہ لوگ زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہوں میں سے ہیں اور ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ شیخ الاسلام نے للّٰہیت، محبت الٰہی، محبت دین اور محبتِ رسول ﷺ کے لیے خود کو خاص کرلیا ہے۔ انھوں نے آپ سب کو محبتِ رسول ﷺ کا جام پلایا ہے اور آپ کو سیدھی راہ دکھائی اور ایسا صرف وہی کرسکتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت کرتا ہے۔ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ شیخ الاسلام منہج نبوی ﷺ پر ہیں کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ لوگوں میں تفرقہ کے بجائے انھیں دینِ اسلام پر جمع فرماتے۔ اسی طرح شیخ الاسلام بھی وسطیت پر چلتے ہوئے لوگوں کو جمع فرمانے والے ہیں۔ میں ذاتی طور پر نہیں بلکہ جامعۃ الازہر کی نمائندگی کرتے ہوئے یہاں پر حاضر ہوا ہوں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام حاضرین کو حضور ﷺ کی شفاعت کا حقدار ٹھہرائے۔

عالمی میلاد کانفرنس کے موقع پر آنے والی نئی کتب

عالمی میلاد کانفرنس کے موقع پر ڈائریکٹر فریدِ ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ محترم محمد فاروق رانا نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظرِ عام پر آنے والی درج ذیل کتب کا تعارف پیش کیا:

۱۔ شفاء العلیل فی قواعد التصحیح والتضعیف والجرح والتعدیل:

یہ کتاب اصول الحدیث پر عربی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں حدیث کو صحیح، حسن یا ضعیف قرار دینے اور حدیث کے رواۃ پر جرح وتعدیل کے 70 فوائد بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ عقیدہ رسالت: سلسلہ تعلیماتِ اسلام۔ والیم:16

اس کتاب میں عقیدہ رسالت سے متعلقہ 180 سوالات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ تمام مباحث پر کافی و شافی مواد دیا گیا ہے اور دقیق نکات کو عام فہم، آسان، مختصر مگر جامع پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

۳۔ حقوق انسانی کا اسلامی تصور (بنیادی مباحث)

اس کتاب میں انسان کے اسلامی حقوق کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ فرد کے انفرادی حقوق بھی بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں۔

۴۔ الروض الازھر من خلق صاحب الکوثر

یہ کتاب حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کے حسین تذکرہ پر مشتمل ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل یہ کتاب ایک مومن مسلمان کے اخلاق و کردار کا حقیقی تصور پیش کرتی ہے۔ یہ کتاب رہنمائی کرتی ہے کہ بطورِ مسلمان ہم نے کن اخلاقِ حسنہ کو اپنانا ہے اور کن اخلاقِ رزیلہ سے اجتناب کرنا ہے۔

۵۔ The Education system in Pakistan

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی یہ کتاب دینی مدارس کے نظامِ تعلیم اور اس میں اصلاحات کی ضرورت پر جامع تحقیق پیش کرتی ہے کہ مدارس کس طرح حقیقی معنوں میں خدمتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دے سکتے ہیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں کس طرح موثر اور فعال کردار ادا کرسکتے ہیں۔

۶۔ The Human migration to space and the reality of Gog and magag

ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ انسان کے خلائی ہجرت کے مضمرات اور اس کے نتائج کیا ہوسکتے ہیں۔ کون کون سے عالمی ادارے اس وقت خلائی تحقیقات کررہے ہیں۔ اس کتاب میں یاجوج ماجوج کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنے خطاب کے آغاز میں عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت کرنے والے ہزاروں علماء و مشائخ، مختلف مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والی شخصیات اور لاکھوں عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ کو خوش آمدید کہا اور عالمی میلاد کانفرنس کے مثالی انتظامات کرنے پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، نائب صدر بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان اور نائب ناظم اعلیٰ ایڈمنسٹریشن محمد جواد حامد اور ان کی پوری ٹیم کی دن رات کی محنت اور کاوشوں کو سراہا اور مبارکباد اور دعاؤں سے نوازا۔

☆ ابتدائی کلمات کے بعد شیخ الاسلام نے اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً . (البقرہ،۲: ۲۰۸)

’’اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں مومنوں کو خطاب ہے جو ایمان لانے کے بعد مسلمان ہوچکے ہیں، ان سے فرمایا جارہا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہوجاؤ۔ سارا اسلام سلامتی کا دین ہے۔ سو ہر اعتبار سے اس سلامتی کو اپنی زندگیوں کی زینت بنالو۔ محافل میلاد کے انعقاد کا مقصد اور محافلِ میلاد کا پیغام یہ ہے کہ ان محافل کے ذریعے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے محبت اور تعظیم و تکریم کی نسبت پختہ ہوجائے جبکہ سیرت نبویہ ﷺ کی محافل کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے ذریعے حضور ﷺ کے ساتھ اطاعت اور اتباع کا تعلق پختہ و مستحکم ہوجائے اور ہم آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے رنگ میں رنگے جائیں۔ ہماری اپنی ذاتی بشری، انسانی سیرتیں جن میں کمی، کمزوری اور کجی آتی ہے، ان کے سارے رنگ ہٹا کر سیرت محمدی ﷺ کا رنگ ہماری سیرت پر غالب آجائے۔

پس محفل میلاد کے ذریعے حضور ﷺ کے ساتھ قلبی اور روحانی تمسک قائم ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے ذریعے مسلمانوں کو ذہنی اور فکری توسّع اور اس کے اندر برکت و شفقت اور رحمت نصیب ہوتی ہے۔ محافل میلاد کے انعقاد سے مسلمانوں کے اندر حضور ﷺ کے ساتھ وفاداری اور جانثاری کا جذبہ جنم لیتا ہے اور مضبوط ہوتا ہے جبکہ حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کو پڑھنے، سننے اور سمجھنے سے کتاب و سنت کے ساتھ عملی پاسداری کا تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اس لیے اگر ہم محافلِ میلاد منعقد کریں اور ان کا اثر ہماری زندگی، ہمارے عمل اور ہمارے اخلاق و سیرت پر نہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ ہم نے محفل میلاد سے نفع حاصل نہیں کیا۔

میلاد النبی ﷺ کی محافل اور سیرتِ نبوی ﷺ آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کا دعویٰ کریں، آپ کے ساتھ حبی و قلبی تعلق قائم کریں، آپ ﷺ کے ساتھ وفاداری و جانثاری کا دعویٰ کریں لیکن اس کا اثر ہمارے

اخلاق اور ہمارے برتاؤ میں نظر نہ آئے اور ہمارے اخلاق میں سلامتی نہ ہو، ہمارے اخلاق میں رواداری نہ ہو، ہماری طبیعت اور مزاج میں خوشگواری نہ ہو تو اس کا مطلب ہے ہم نے میلاد النبی ﷺ اور سیرت نبوی سے کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ میلاد نبوی اور سیرت نبوی ﷺ کا مشترکہ پیغام یہ ہے کہ ہمارے طرزِ عمل میں حکمت و دانائی پیدا ہو۔ کسی سے اتفاق ہو تب بھی حسنِ اخلاق قائم رہے اور کسی سے اختلاف ہو تب بھی حسنِ اخلاق قائم رہے۔

میلاد پاک کی محفلوں سے جو محبت رسول ﷺ کی خیرات ملتی ہے اور محفل میلاد میں سیرت کے بیان سے آقا ﷺ کے اخلاق حسنہ کا جو پیغام ملتا ہے، اس کا خلاصہ حسنِ خلق ہے۔ یہ محافل علمِ صحیح کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اگر ہم ان محافل سے علم حاصل نہ کریں اور صرف مراسم کر کے چلے جائیں خواہ وہ عالمی میلاد کانفرنس ہے یا پوری دنیا میں منعقدہ محافل، اگر ان محافل کو مراسم بنادیں، دھوم دھام سے کرلیں مگر اس سے علم نصیب نہ ہو تو ہم نے ان کے مقصد کو کھودیا۔ علم تب نفع مند ہوتا ہے جب اس سے حلم پیدا ہو اور جب علم اور حلم جمع ہوتے ہیں تو انسان کی زندگی کو سِلم نصیب ہوتا ہے یعنی سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ پھر انسان کا قول وفعل اور کردار دوسروں کے لیے رحمت وشفقت اور محبت بن جاتا ہے اور اس میں نفرت نہیں رہتی۔ علم اگر حلم اور سلم سے خالی ہوجائے تو وہ بے وقار ہوجاتا ہے اور اس کی تاثیر ختم ہوجاتی ہے۔ اس لیے امام مالک نے فرمایا:

اے بندے جب تجھے علم نصیب ہوجائے تو وہ علم تمہارے وجود، سیرت اور کردار پر نظر بھی آنا چاہیے اور اس سے تمہارے اندر اطمینان، سکون، حلم و بردباری اور وقار پیدا ہوجائے۔ اگر ہم علم حاصل کرلیں، آقا ﷺ کی محبت کے دعویدار ہوجائیں، محافل میلاد منعقد کرلیں، مجالسِ سیرت منعقد کرلیں اور ان تمام چیزوں کا اثر ہماری زندگی میں تقویٰ اور ورع کی صورت میں دکھائی نہ دے، سکینہ اور وقار کی صورت میں دکھائی نہ دے، حلم اور بردباری کی صورت میں دکھائی نہ دے، اچھے اور خوبصورت کردار کی صورت میں دکھائی نہ دے، ہمارے برتاؤ دوسرے کے لیے سختی پر مبنی رہیں، ہمارے دل تنگ رہیں اور ان میں وسعت پیدا نہ ہو بلکہ نفرتیں ہوں، محبت پیدا نہ ہو، ہم دوسروں کے لیے منبعِ رحمت نہ بن سکیں تو اس کا مطلب ہے ہم نے علم حاصل نہیں کیا اور ہم نے سیرتِ نبوی ﷺ سے فیض حاصل نہیں کیا۔ امام شافعی نے فرمایا:

لیس العلم ماحفظ، العلم ما نفع.

علم صرف وہ نہیں جسے یاد کرلیا جائے، پڑھ لیا جائے اور بیان کردیا جائے بلکہ علم وہ ہے جس سے نفع حاصل کیا جائے۔ جو علم ہماری زندگی اور ہماری سیرت کو تبدیل کردے، اسے علم نافع کہیں گے۔

حضرت سہل بن عبداللہ التستریؒ فرمایا کرتے تھے:

من اراد النظر الی مجالس الانبیاء فلینظر الی مجالس العلماء.

انبیاء کا زمانہ گزر گیا، ہم انھیں جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکے۔ اب اگر کوئی چاہے کہ انبیاء کی مجلسوں کو دیکھے کہ ان کی مجلس کیسی تھی تو اسے چاہیے کہ وہ علماء کی مجلسوں میں بیٹھے اور انھیں دیکھے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ علماء اپنی سیرت، عمل، کردار، اخلاق، حسنِ ادب، قول و کردار اور برتاؤ میں اتنے نفیس، لطیف، میٹھے، پیارے، وسیع القلب، وسیع المشرب، معتدل، سخی اور اتنے نرم وشفیق ہونے چاہئیں کہ ان کی مجلس کو دیکھ کر انبیاء کی مجالس یاد آجائیں، اسی لیے حضور ﷺ نے علماء کو انبیاء کا وارث ٹھہرایا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جن سلاطین اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط لکھے، ان میں آپ ﷺ نے ہمیشہ یہ الفاظ استعمال فرمائے: **اسلم تسلم.** تم اسلام قبول کرلو تاکہ تمہیں دنیا کی سلامتی مل جائے۔ آپ ﷺ نے پہلا خط حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا اور یہ اعلان نبوت کا پانچواں سال تھا، جب مسلمان کمزور تھے مگر آپ ﷺ نے **اسلم تسلم** کے الفاظ ہی تحریر فرمائے۔ پھر آپ ﷺ دعوتِ اسلام اور توحید و رسالت کا پیغام پہنچاتے اور یَا اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فرما کر مشترکات کی بنیاد پر اکٹھا ہونے کی دعوت دیتے۔ آخر میں فرماتے کہ اگر تو انکار کردے تو تیری قوم کے گناہ کا بوجھ

تیرے کندھوں پر ہوگا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب مسلمان کمزور تھے تب بھی دعوت دی تو اسلم تسلم فرمایا اور جب مسلمان طاقتور ہوگئے سلطنتِ اسلامیہ پھیل گئی، اس وقت بھی جو خطوط بھیجے، اس کے الفاظ بھی اسلم تسلم تھے۔ سات ہجری میں مقوقس بادشاہ کو خط لکھا تو اس میں بھی اسلم تسلم کے الفاظ لکھے اور اضافہ یہ کیا کہ یعطك الله اجرك مرتین. اگر تو اسلام قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا کرے گا لیکن اگر تو قبول نہ کرے گا تو تیری قوم کا بوجھ تیرے سر پر ہوگا۔

ان تمام خطوط میں چار امور توجہ طلب ہیں:

۱۔ پہلا لفظ جس کے ذریعے حضور ﷺ نے دعوت دی، وہ سلامتی ہے۔

۲۔ اگر تو اسلام قبول کرلے تو تجھے دوگنا اجر ملے گا۔

۳۔ اگر میری دعوت قبول نہ کرو اور رد کردو تو پھر تمہاری قوم کی گمراہی کا بوجھ بھی تم پر ہوگا۔

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ اگر میری دعوت کو رد کردو گے تو میں لشکر لے کے تمہارے اوپر حملہ کردوں گا، پھر تمہاری جان کی خیر نہیں، پھر ہم تمہارا وجود مٹادیں گے۔ نہیں، ایسا نہیں کہا بلکہ صرف متوجہ کرکے نصیحت کردی۔

۴۔ چوتھا نکتہ یہ فرمایا کہ اے اہلِ کتاب! آؤ کچھ چیزیں تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہیں، جنہیں تم بھی مانتے ہو، ہم بھی مانتے ہیں۔ آؤ ان مشترکات کی بنیاد پر اکٹھے ہوجائیں۔

یہ چار چیزیں آج ہماری توجہ کا مرکز ہیں۔ افسوس کہ آج کا مسلمان مسلمان کے گلے کاٹ رہا ہے۔۔۔ مسلمان مسلمان کو کافر ٹھہراتا ہے۔۔۔ مسلمان مسلمان کو جہنم میں دھکیلنا چاہتا ہے۔۔۔ مسلمان مسلمان کو گالی دیتا ہے۔۔۔ مسلمان مسلمان کی تذلیل کرتا ہے۔۔۔ مسلمان مسلمان سے نفرت کرتا ہے۔۔۔ چھوٹے موٹے اختلافات، ایک مسئلہ، رائے، نقطہ نظر پر اختلاف ہے مگر اس کی وجہ سے ہماری زندگیاں نفرت کے ساتھ بھرگئی ہیں۔۔۔ ہماری زندگی میں وسعت اور گنجائش نہیں رہی۔۔۔ دل میں سلامتی کی جگہ نفرت، قہر اور غضب آگیا ہے۔۔۔ اور زبان سے آگ برستی ہے۔ اگر سلف صالحین اور قرونِ اولیٰ کا کوئی مسلمان ہمارا نقشہ دیکھ لے تو حیرت زدہ رہ جائے کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ کیا یہ نبی رحمت ﷺ کے پیروکار اور امتی ہیں جو اسلم تسلم کے ساتھ دعوتِ اسلام دیتے تھے؟

حضور اکرم ﷺ کے فرمان اسلم تسلم کو قرآن کے پیغام کے تحت دیکھیں تو اللہ رب العزت کا یہ پیغام غور طلب ہے کہ

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (النحل، ١٦: ١٢٥)

’’(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو۔‘‘

اس آیت کریمہ میں تین چیزیں توجہ طلب ہیں:

۱۔ اللہ کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ دعوت دیں۔

۲۔ خوبصورت نصیحت کے ساتھ دعوت دیں۔

۳۔ اگر ان سے مجادلہ ہوجائے تو بہت ہی احسن طریقے سے گفتگو کریں۔

اس آیت میں مخاطب دو طرح کے لوگ ہیں:

ایک قسم موافقین کی ہے، دوسری قسم مخالفین کی ہے۔

لہٰذا اگر موافق کو دعوت دیں تو حکمت کے ساتھ دعوت دیں اور خوبصورت انداز کے ساتھ دیں۔ یہاں واعظین، علماء و خطباء کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم موعظة الحسنة اور حکمت کے طریق پر قائم ہیں؟ اگر ہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اگر بات میں کڑواہٹ ہے، کھردری ہے، اس میں شفقت و محبت نہیں، دوسرے کی تکریم و عزت نہیں تو ہم اللہ کے بھی نافرمان ہوئے اور اس کے رسول ﷺ کے بھی نافرمان ہوئے۔

دوسرا طبقہ مخالفین کا ہے۔ اگر مخالف کو دعوت دینی ہو تو اب اچھے طریقے سے بات کرنا کافی نہیں ہے بلکہ بہت ہی خوبصورت طریقے اور بہت ہی اچھے قرینے سے سلجھی ہوئی بات کرو۔ یہاں حَسَنَه نہیں فرمایا بلکہ اَحْسَنُ فرمایا ہے۔ لہٰذا دین کا پیغام دینے والوں اور اگلی نسلوں کی تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ طریقِ حسن، طریقِ احسن اور طریقِ حکمت کے ساتھ پیغام دیں۔

❁❁❁❁❁

شانِ تکوینی اور علم لدنی کے حامل حضور سیدنا غوث الاعظمؓ

حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ساری زندگی قرآن و سنت کی متابعت میں گزری

آپؒ نے 40 سال تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی

محمد شفقت اللہ قادری

غوث الثقلین، قطب ربانی غوث الصمدانی، محبوب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی حیاتِ مبارکہ کو دو حصوں میں تقسیم کریں تو حصہ اوّل: ۴۸۸ھ آپ کی بغداد آمد سے ۵۲۰ھ میں مسندِ تدریس پر فائز ہونے تک کا ہے اور دوسرا حصہ: ۵۲۱ھ سے لے کر ۵۶۲ھ آپ کے وصال تک ہے جو رشد و ہدایت کی روشنی پھیلانے، تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے اور وعظ و ارشاد کرنے کا مرحلہ ہے۔

آپ کی تصانیف دل پذیر غنیۃ الطالبین اور الفتح الربانی کا عمیق مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بولنے اور لکھنے والے کی زبان میں کوئی غیبی قوتِ الٰہیہ کارفرما ہے کیونکہ یہ کتب دنیاوی تحریری اسلوب سے ہٹ کر الوہی فیوضاتی کاوش ہیں، جن سے ایک عرصہ سے امتِ محمدیہ مستفید ہورہی ہے اور ہمیشہ مستفیض ہوتی رہے گی۔ شیخ المشائخ جناب حضور غوث الاعظمؓ کا وعظ و تدریس کا سلسلہ آپ کی زندگی میں تقریباً 42 برس تک جاری رہا۔ حضور غوث پاکؒ کی ساری زندگی قرآن و سنت کے تابع رہی ہے۔ لہٰذا آپؒ نے تدریس و تبلیغ کا فریضہ بھی عین قرآن و سنت کی روشنی میں سرانجام دیا۔

عالمِ ارواح میں ہی امامت ولایت پر فائز

قارئین گرامی! سیدنا غوث الاعظمؓ مادر زاد ولی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نو سال کا تھا تو مدرسہ میں میری حفاظت کے لیے رب العزت نے فرشتے معمور کر رکھے تھے۔ جن کی یہ آوازیں میں اکثر سنتا تھا کہ ”راستہ چھوڑ دو عبدالقادر آرہے ہیں“ اور میرے پہنچنے سے پہلے معمولات درست ہوجاتے تھے۔

امام الاولیاء و کاملین غوثیت مآب غوث الاعظمؓ شیخ عبدالقادر جیلانی نفسی طہارت اور بندگیٔ مولا کے سات مراحل بطنِ مادر میں ہی بفضل تعالیٰ طے کرچکے تھے اور ہدایتِ فطری، ہدایتِ حسی، ہدایتِ عقلی، ہدایتِ قلبی، ہدایتِ ربانی، ہدایت بالوحی، ہدایتِ عامہ اور ہدایتِ خاصہ سے نواز دیئے گئے تھے۔

انھوں نے تولد سے پہلے ہی بطنِ مادر میں اپنی والدہ محترمہ سے قرآن مجید کے کم و بیش اٹھارہ پارے سن کر حفظ کرلیے تھے اور آپ کی روح کو شکمِ مادر میں ہی نفسِ کاملہ پر فائز کردیا گیا تھا۔ آپ ایسی روح کے حامل تھے جو پیدائش سے پہلے ہی مادر زاد ولی اور صالح ہونے کے ناطے جنتی قرار دے دی گئی ہو۔ پس آپ کا تولد بشارتِ ازلی کے ساتھ ہوا۔ ایسی روح کاملہ کے لیے ارشادِ قرآنی ہے:

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ. وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ. (الفجر، ۸۹: ۲۹، ۳۰)

”پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا۔“

میری نظر میں ازلی تقویٰ اور پرہیزگاری کے باعث آپؒ مادر زاد ولی اور جنتی قرار پاگئے تھے۔ رمضان میں آپؒ روزے

☆ سینئر ریسرچ سکالر فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

کے اوقات میں دودھ نہیں پیتے تھے۔ میرا وجدانی دعویٰ ہے کہ حضور غوثیت مآبؓ کی روحِ اقدس لوحِ محفوظ میں درج امام ہائے امت اور اولیائے صالحین کی ارواح میں سرِفہرست ہے اور آپ کی ولایت عظمیٰ روحانی طور پر طریقِ فیض نبویﷺ اور طریقِ ولایتِ علوی پر استوار کردی گئی ہے۔ میرا وجدان گواہی دیتا ہے کہ تخلیقِ روح غوث الاعظم کا فیصلہ آپ کی تخلیقِ بشری سے پہلے ہی اطاعتِ محمدیﷺ اور طریقِ علوی پر بارگاہ ربوبیت میں ہوچکا تھا۔ استدلالیہ دعویٰ یہ ہے کہ تخلیقِ کائنات سے پہلے لوحِ محفوظ پر سب کچھ درج کرلیا گیا ہے جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔

حضور غوث الاعظمؓ: سراپا کرامات

حضور غوث الاعظمؓ کا مقام و مرتبہ اولیائے صالحینِ امتِ محمدیہ میں بالکل ایسا ہے جیسے مقام رسالت مآبﷺ انبیاء و مرسلین میں ہے۔ جب خالقِ عظیم نے مقامِ رسالت مآبﷺ کو معراج بخشا تو تمام انبیائے کرامؑ کے اوصافِ جمیلہ اور فیوضات و معجزاتِ مقدسہ کو یکجا کرکے دامنِ رسالت مآبﷺ میں ڈال دیا۔ اسی طرح جب خالق نے حضور غوث الاعظمؓ کو بلندی اور دوام بخشنا چاہا تو روئے کائنات کے اولیاء و صالحین کی بندگی اور اطاعت گزاری کو یکجا کیا اور اِن تمام فیوضات سے حضور غوث الاعظمؓ کو نوازتے ہوئے انھیں ولایتِ کاملہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ غوث الثقلین، محی الدین جیلانی؛ غوثیت عظمیٰ کے باعث مقام تکوینِ کبریٰ پر فائز ہوئے۔ آپؓ کا حکمِ تکوینی باذن اللہ ہر جگہ نافذ و عیاں تھا۔ رب عظیم کے فضل سے ہر شے آپ کے تصرفِ کشفی میں اس طرح تھی، جس طرح ہتھیلی پر رائی کا دانہ۔ اللہ نے آپ کو جن اسرار سے آگاہ فرمایا اور جو مقامِ کشف آپ کو حاصل تھا، اس کی بابت آپؓ خود فرماتے ہیں کہ:

اگر میرے اسرار آگ پر پڑ جائیں تو آگ ٹھنڈی ہوجائے۔۔۔ میرے اسرار پہاڑوں پر پڑ جائیں تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں۔۔۔ میرے اسرار مُردے پر پڑ جائیں تو وہ زندہ ہوجائے۔ پھر اپنے مرید کو مخاطب ہوکر فرماتے ہیں: میرے دشمن کا سرقلم ہوجائے گا کیونکہ صرف اللہ ہی میرا رب ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں کہ بلاشبہ جس طرح محمد رسول اللہﷺ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے سردار اور امام ٹھہرائے گئے ہیں، اسی طرح بلاشبہ غوث الثقلین جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؓ فیض نبویﷺ اور ولایت علویؑ کے طریق پر ہونے کے ناطے قیامت تک آنے والے اولیاء اور صالحین کے امام اور سردار ہیں اور تمام اولیائے کرام کی گردنوں پر حضور غوثیت مآب کی ولایت کا قدم مبارک ہے۔

قارئین گرامی! آپ کی توجہ ایک لطیف نکتہ کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ جس طرح رسولوں اور انبیاء کو خالقِ عظیم نے معجزات سے نوازا اور جب رسول اللہﷺ کی باری آئی تو آپ کو مرقع معجزاتِ الٰہیہ بنادیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے امتِ محمدیہ کی تمام کرامات کو حضور غوثیت مآب جناب غوث اعظمؓ کی ذاتِ بابرکات میں جمع فرمادیا اور آپ کو سراپائے کرامت بنادیا۔ آپؓ جس طرف توجہ کرتے تقدیر بھی بدل دیتے۔ یاد رہے معجزہ؛ انبیاء و رسل کے ہاتھوں صادر ہوتا ہے اور کرامت؛ اولیائے کرام کے ہاتھوں صادر ہوتی ہے۔ تاہم میری نظر میں معجزہ اور کرامت دونوں حکم کُن فیکون کی بدولت معرض وجود میں آتے ہیں کیونکہ اس کا انحصار فضل رب تعالیٰ پر ہے جسے چاہے نواز دے۔

اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ.

”جب وہ کسی شے کو (پیدا فرمانا) چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے ہو جا، پس وہ فوراً (موجود یا ظاہر) ہو جاتی ہے (اور ہوتی چلی جاتی ہے)۔“ (یٰسین، ۳۶:۸۲)

زہد تقویٰ کی معراج پر پہنچنے والے شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ خالق نے اپنی ذات حق سے ایسے وصف اور فیض سے مجھے نوازا ہے کہ میں محبوبیت اور بندگی کے کمال درجہ پر متمکن ہوگیا کہ میری دعا سے تقدیر مُبرم بھی ٹل جاتی ہے۔ تقدیر کی دو اقسام ہیں:

۱۔ تقدیر معلق ۲۔ تقدیر مُبرم

مشہور روایات اور نصِ قرآنی سے ثابت ہے کہ تقدیر معلق دعا اور صدقات سے ٹل جاتی ہے۔ تاہم جہاں تک تقدیر مُبرم کا تعلق ہے اس کا بدلنا امر محال ہے کیونکہ یہ لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی ہے۔ لیکن حضور غوثیت مآب کی دعا سے تقدیر مُبرم بھی

بدل جاتی تھی اور اولیائے کرام میں یہ فقط حضور غوث الاعظمؓ کی ولایت کا طرۂ امتیاز تھا۔ خالق عظیم فرماتے ہیں کہ میں جزا اور سزا کا مالک ہوں، میں ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہوں، سب کچھ تبدیل کرنا اور قائم رکھنا میرے ارادۂ کُن میں ہے۔

یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ.

’’اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔‘‘ (الرعد، ۱۳: ۳۹)

زہد و تقویٰ اور طہارتِ قلبی

حضور غوث اعظمؓ کے زہد و تقویٰ اور طہارتِ قلبی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی ہے۔ امام الکاملین جناب غوث اعظمؓ جن کی طیب اور سعید روح ایسی تھی کہ دنیائے آب و گل میں منتقل ہونے سے قبل ہی آپ کو بطنِ مادر میں ہی علم و معرفت کے کشفی جام پلائے جاتے تھے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری فرماتے ہیں کہ آپ نے شیخ حماد اور شیخ ابو زکریا تبریزیؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ تاہم حقیقت حال یہ ہے کہ ان اساتذہ کے علاوہ آپؓ کو عالم ارواح سے بھی علوم و معارف کے گنج ہائے گراں عطا کیے جاتے تھے کیونکہ خالق عظیم ہر چیز پر قادر ہے اور حضور غوث الاعظم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص کا ظہور تھا۔

ایسے فیوضاتِ الوہی کو علمِ لدنی کہتے ہیں یعنی اس علم کا تعلق فقط اللہ تعالیٰ کے فضل اور عطا پر موقوف ہے۔ یہ فیض حضور غوث اعظمؓ کو حضرت آدمؑ کی نسبتِ آدمی اور فیض و برکات کے طفیل ودیعت کیا گیا جو رب عظیم نے آدم کو فرشتوں میں افضلیت دیتے ہوئے اپنے حکمِ کُن سے علمِ غیب اور علمِ لدنی عطا کیا تھا جس سے وہ پہلے واقف نہ تھے اور یہی بات سجدۂ تعظیمی کا باعث ہوئی۔

قارئین گرامی قدر! مادر ذات ولی قطب الاقطاب غوث الاعظمؓ اپنی ریاضت، مجاہدے و عبادت اور شب بیداریوں کے باعث اپنی جوانی کے پچیس برس جنگلوں میں یادِ الٰہی کی لذتوں میں گزارنے کے باعث قربِ الٰہی کی لذتوں سے آشنا ہو چکے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عراق کے جنگلوں میں تیس تیس اور چالیس چالیس روز کچھ کھائے پیئے بغیر گزارے اور ریاضت اور عبادت میں مشغول رہا، اکثر مجھ پر کمزوری کے باعث غشی کی حالت طاری ہوجاتی تھی۔ آپ نے حصول علم و دانش اور رضائے الٰہی کی خاطر ہزاروں میل کے پُر خطر سفر کیے اور یار منانے میں صرف کیے اور قربتِ الٰہیہ کے نور سے فیض یاب ہوئے۔

غوثیت مآب جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے تقریباً آٹھ برس علوم دینیہ کے حصول میں صرف فرمائے اور پھر ریاضت و مجاہدہ کی معراج کو پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں تنہائی میں ریاضت میں اتنا مصروف رہا کہ میں مخلوق کو اور مخلوقِ خدا مجھے نہیں پہچانتی تھی۔ میں اپنی مستی میں گم تھا۔ یاد رکھیں آپ کو سرمستی دیدار یار میں صحرا نوردی کا فیض حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے روحانی و وجدانی ودیعت ہوا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بھی ہمکلامی رب العالمین کے مقصد لیے وادی ایمن (طور) میں بے قرار و مضطرب ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہا کرتے۔ بالآخر شوقِ دیدارِ الٰہی اور شوق ہمکلامی کی استدعائے موسیٰؑ قبول ہوئی۔

شیخ المشائخ جناب غوث الاعظمؓ جب ۴۸۸ھ میں بغداد تشریف لائے تو اس وقت امام غزالیؒ مدرسہ نظامیہ کی تدریسی ذمہ داریوں سے استعفیٰ دے کر حج بیت اللہ کے لیے حرمین تشریف لے جارہے تھے۔ آپ کے جانے سے اہلِ بغداد بہت دل رنجیدہ اور غمزدہ ہوگئے کہ علم کا تاجدار بغداد چھوڑ کر جارہا ہے لیکن رب کائنات کا فیصلہ اور رحمت دیکھئے کہ عین اسی وقت اٹھارہ برس کا حسنی و حسینی سید زادہ جیلان سے چل کر بغداد میں داخل ہوتا ہے، جس کے سر پر شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا تاج سجایا جانے والا تھا۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ حضور غوث الثقلینؓ بلا امتیاز تمام سلاسلِ طریقت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ روحانی فیض بخش ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات تاقیامت ان شاء اللہ جاری رہیں گے۔ حضور غوث الاعظمؓ کی ذات مبارکہ وہ ذات اقدس ہے جس میں طریقِ نبوت اور طریقِ ولایت دونوں کے فیوضات، مراتب اور درجاتِ روحانیت مجتمع ہوکر منتہائے کمال

کو پہنچ گئے اور فضل رب تعالیٰ سے اور نظر مصطفیٰ کریم ﷺ کے طفیل آپ کو ولایت اور غوثیت کبریٰ عطا ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صراط مستقیم میں فرماتے ہیں آج کسی بھی ولی کو ولایت اور کسی قطب کو قطبیت بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور غوث اعظمؒ کے روحانی فیض اور اجازت کے بغیر نہیں مل سکتی۔ یہ سلسلۂ فیض قیامت تک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فیوضات و برکات اور توجہ کا مرہون منت رہے گا۔ تاقیامت کوئی ولی مہرِ ولایتِ غوثیتِ مآب کے بغیر ولایت سے سرفراز نہیں ہوسکے گا کیونکہ رب کائنات نے آپ کو بطریقِ فیضِ نبوت اور بطریقِ ولایت علوی دونوں ذرائع سے یکتا اور بے مثل کردیا ہے۔

مقامِ سُکر و صَحو

تصوف میں صوفیاء نے مشائخ عظام اور اولیائے کرام کے لیے دو اصطلاحات کا ذکر کیا ہے:

۱۔مقامِ سُکر ۲۔مقامِ صَحو

مقامِ سکر سے مراد مقام فنا فی اللہ ہے۔ اس مقام پر بندہ ذات حق تعالیٰ میں فنا ہونے کے باعث محوِ بے خودی رہتا ہے جبکہ مقامِ صحو سے مراد مقام بقا باللہ ہے۔ یاد رہے کہ فنا تو ہر صورت ہے ہی مگر فرق صرف اتنا ہے کہ بقا باللہ میں بندہ فنا کی مستی اور استغراق سے نکل کر خود میں واپس آجاتا ہے یعنی لوٹ آتا ہے اور حق تعالیٰ کی صفاتِ الوہیت کا مقصد بن جاتا ہے۔ جمہور مشائخ مقامِ صحو یعنی مقام بقا باللہ کو پسند کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اس میں خاص روحانی قوت کے باعث بندہ بیک وقت فنا فی اللہ بھی ہوتا ہے اور باقی باللہ بھی اور فرائضِ عبدیت و عبادت بھی ادا ہوتے رہتے ہیں۔

حضور غوثیت مآب جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مشہور ومعروف قصیدہ غوثیہ شریف کی روشنی میں اگر میں یہ جاننا چاہوں کہ حضور غوث الاعظمؒ ان دونوں میں سے کس مقام پر ہیں تو میری نظر میں حضور غوث اعظمؒ مقام سکر اور مقام صحو دونوں پر بیک وقت فائز ہیں۔

مقامِ عبدیت

قارئین محتشم! حضور غوث الاعظمؒ امامِ صالحین و کاملین تھے۔ آپ کی ساری زندگی مقامِ عبدیت کی معراج پر متمکن رہے اور زندگی عین قرآن و سنت کی اطاعت و متابعت میں گزری۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رضا اور مرضی کے تابع گزرا۔ آپ کا کوئی عمل فضلِ خدا اور اس کے حبیب کی رضا اور منشا کے خلاف سرزد نہ ہوا۔ آپ تقویٰ اور پرہیزگاری کی معراج کو پہنچے تو مقام غوثیت عظمیٰ سے نواز دیا گیا۔ یقیناً امامِ اولیاء و صالحین جناب غوث الاعظمؒ روز قیامت جید صحابہ کرام کی معیت میں انبیاء کرام اور رسولوں کی صف میں آقا دوجہاں کی امامت میں مقام شفاعت سے بہرہ ور ہوں گے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی تصنیف اقبال کا مردمومن میں عبد کی تین اقسام رقم فرمائی ہیں:

ا۔عبدِ آبق: وہ بندہ جو مالک و خالق کی بندگی سے بھاگ گیا اور صراط مستقیم سے بھٹک گیا۔

۲۔ عبد رقیق: وہ بندے جو اللہ کی اطاعت اور محبت کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالے رکھتے ہیں اور اطاعت بجا لانے میں قطعی طور کوتاہی نہیں کرتے اور معصیت کا ارتکاب کرنے سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

۳۔ عبد ماذون: یہ وہ بندگانِ خدا ہیں جو اللہ کی عبادت اور اطاعت کرتے کرتے خود کو اس کی رضا میں گم کردیتے ہیں۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا، بولنا اور سکوت اختیار کرنا حتی کہ ان کا جینا مرنا اور ہر فعل اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے ہوجاتا ہے۔

قارئین گرامی! حضور غوث الاعظمؒ بلاشبہ امام المومنین اور امام العباد الماذون ہیں اور اسی کے باعث آپؒ مقامِ حضوری اور ظہوری پر فائز ہوئے۔ ایسے عبدالماذون کے لیے حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

’’اے میرے مقرب بندے میں تیری آنکھ ہوں جس سے تو دیکھتا ہے، میں تیرے کان بن جاتا ہوں جس سے تو سنتا ہے، میں تیرے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے تو گرفت کرتا ہے، میں تیرے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے تو چلتا ہے، میں تیرا

دل بن جاتا ہوں جس سے تو ارادہ کرتا ہے۔‘‘

(بحوالہ کتاب مومن کون ہے، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری)

اسی طرح عبدالماذون اللہ کی زمین پر اللہ کا کامل بندہ بن کرظہور پذیر ہوتا ہے، جس کے لیے علامہ محمد اقبالؒ نے اس مرد مومن کو پیکرِ عشق، پیکرِ یقین، پیکرِ استغنا، مقصدِ کائنات، بندہ مولا صفات، طائر لاہوتی اور صاحبِ تقدیر کہا ہے۔ ایسے عبادالماذون کے امام شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں۔

ایسے مقام باقی باللہ پر فائز ہونے کے سبب آپ بیک وقت چالیس جگہوں پر افطاری میں موجود ہوتے۔ ایسے مرد مومن اور مرد ماذون کی زبان کی لاج رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ تقدیر بھی تبدیل فرمادیتا ہے۔

شانِ تکوینی

یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے عبدِ خاص اور عبدِ صالح عبدالقادر جیلانیؒ کو فیوضات الوہی سے نواز کر خاص کردیا ہوا تھا۔ بلاشبہ یہ فیضِ نبوتِ محمدی اور برکاتِ انبیاء کرام کا پَر توئی کرشمہ تھا کہ وہ روحانیت کے خاص مقام پر پہنچے۔ حضور غوث الاعظمؒ ایک مرتبہ بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمارہے تھے کہ اچانک آسمان پر ایک چیل نمودار ہوئی۔ زور زور سے اپنے پروں کو پھڑپھڑانے اور چیخنے لگی اور لوگوں کی توجہ اُدھر بٹ گئی اور آپؒ کا دھیان بھی اس طرف ہوگیا، اس عمل سے غیر ارادی طور پر آپ کی طبیعت مبارک پر بوجھ سا ہوا اور بے ساختگی سے یہ کلمہ نکل گیا: مالك قطع الله اسی وقت چیل کی گردن کٹ گئی اور چیل زمین پر گرگئی۔ خطاب کے بعد مردہ چیل پر سرکار غوث پاکؒ کی نظر پڑی اور پوچھا یہ کیسے گری ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: حضور! خطاب کے دوران آپ کے منہ سے یہ کلمات نکلے تھے تو یہ گرکر مرگئی ہے۔ آپ نے پاؤں سے مردہ چیل کوٹھوکر ماری اور فرمایا: تجھے مارنا میرا مقصود نہ تھا، زندہ ہوجا اور اڑ جا۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ چیل زندہ ہوکر اڑ گئی۔

خدا کی عزت کی قسم! یہ عمل رب کائنات کی طرف سے کُن فیکون بصیغہ کرامتِ غوث الاعظمؒ سرزد ہوا تھا اور یہ فیض و برکت حضرت عیسیٰؑ اور فیض و برکت حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ تھا۔ ان دونوں انبیاء نے بھی پرندے زندہ کیے۔ حضرت عیسیٰؑ کا مٹی کے پرندے بنا کر اس میں روح پھونکنا قرآن (آل عمران،۳: ۴۹) سے ثابت ہے۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے پرندوں کو ذبح کرکے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے اور خدا کے حکمِ کُن کے تحت (البقرہ،۲: ۲۶۰) پرندوں کو زندہ کیا۔ یہ ابراہیمؑ کا معجزہ تھا جس کا فیوضاتی ثمرہ حضور غوث اعظمؒ کو ملا۔

حضور غوثیت مآب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پچیس برس کی ریاضت تنہائی اور عبادت تنہائی نے فنائیت رسالت مآب کے باعث مولا صفات بنادیا تھا اور اس عمل نے آپ کو خاص الخاص بندہ مومن بنادیا تھا۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اپنی تصنیف مومن کون ہے میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت روز بہان بقلیؒ نے فرمایا: کامل مومن حق تعالیٰ کا اور عرش سے تحت الثریٰ تک اسی نور سے مشاہدہ کرتا ہے اور وہ رب کائنات کے نورِ الوہیت سے اور محمد مصطفیٰ کریمؐ کے نورِ نبوت سے ایسا منور ہوجاتا ہے کہ اس نور کی نگاہ سے مولا کریم کا صفاتی جلوہ کرتا ہے۔ وہ رب کے سوا سب کچھ دیکھتا ہے حتی کہ تحت الثریٰ سے عرش تک رسائی ہوتی ہے۔

فضیلت مآب حضور غوث الاعظمؒ کا سینہ مبارک مشاہدۂ حق کے باعث علمِ قرآنی اور نورِ الٰہی کے ساتھ منور و روشن تھا۔ آپ ولایت کی معراج پر پہنچے تو نورِ عرفان سے آپ کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔ قرآن فرماتا ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ. (الزمر،۳۹: ۲۲)

’’بھلا، اللہ نے جس شخص کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیا ہوتو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر (فائز) ہوجاتا ہے۔‘‘

غوث الثقلین، قطب ربانی، شہبازِ لامکانی، عکسِ نورِ عرفانی جناب غوث الاعظمؒ کے قلب انور میں عشقِ مصطفیٰؐ اور عرفانِ الٰہی کے چراغ روشن تھے۔ جس سے لاکھوں چراغ قیامت تک روشن ہوتے رہیں گے۔

مذہبی اور روحانی احوال کی اصلاح

حضور غوث الاعظمؓ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ سلوک و تصوف کی راہ پر چلنے والوں کو مکمل راہ نمائی عطا فرمائی

محمد محب اللہ اظہر

محبوب سبحانی، قطب ربانی، محی الدین، غوث الثقلین و سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؓ علومِ ظاہری و باطنی کا مجمع البحرین ہیں۔ جس طرح تصوف و روحانیت کے میدان میں آپ کا کوئی ثانی نہیں اور آپ کے مرتبۂ کمال کو کوئی نہ پہنچ سکا، اسی طرح علمِ شریعت میں بھی آپ کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

اسی لیے آپ کا فرمان ذیشان ہے:

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا
وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِیْ

’’میں علم سیکھتے سیکھتے قطب بن گیا اور یہ سعادت مجھے فضلِ الٰہی سے حاصل ہوئی ہے۔‘‘

حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کی عظیم الشان تصانیف کی تعداد چودہ ہیں جن میں سے فتوح الغیب، الفتح الربانی اور غنیۃ الطالبین زیادہ شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں سے غنیۃ الطالبین اپنی جامعیت اور اصلاحی مضامین و موضوعات کی بنا پر عوام و خواص میں زیادہ مقبول ہے۔ حضرت شیخؒ نے کتاب کے خطبہ میں اس کا نام الغنیۃ الطالبی الحق لکھا ہے یعنی ایسی کتاب جو حق کے طالبوں کو دوسری کتب سے بے نیاز کردے۔

غنیۃ الطالبین کل ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے جن کے تحت متعدد فصول بھی قائم کی گئی ہیں۔ ان میں سے ابتدائی دس ابواب تو ارکانِ اسلام، آدابِ زندگی، عقائد کے بیان، ایام ولیالی کے فضائل و خصوصیات، مہینوں کے فضائل، فرائض و نوافل نمازوں کی اقسام اور ان کی فضیلت پر مشتمل ہیں جبکہ آخری چار ابواب: آدابِ مریدین، آدابِ صحبت، طریقت کی اساس اور اہلِ مجاہدہ و محاسبہ کے فضائل کے بیان کے اعتبار سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان میں سالک کے لیے راہِ سلوک پر چلنے کے لیے خصوصی رہنمائی اور ہدایات بیان کی گئی ہیں۔ ذیل میں اس کتاب سے چند تعلیماتِ نذرِ قارئین ہیں:

۱۔ فقر، فقیر اور مرید کے احوال

حضور غوث اعظم، محبوبِ سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے سچے فقراء کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سچے فقراء وہ ہیں جو ان صوفیائے کرام کے راستے پر چلتے ہیں جن کے باطن گمراہ کن خواہشات سے پاک ہوں اور وہ بری عادات سے باز رہنے والے ہوں۔ وہ سب ابدال اور اولیائے کرام کی جماعت میں شامل ہیں اور خوفِ خدا کی وجہ سے قلیل مدت میں شرفِ باریابی حاصل کرتے ہیں۔

ان فقراء کے پاس ارادہ یا ارادت کے لیے آنے والوں کی رہنمائی کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں:

اپنی عادت کو ترک کردینے کا نام ارادہ یا ارادت ہے جس کی تفصیل و تحقیق یہ ہے کہ دل کو طلبِ حق کے لیے اور اس کے

☆ لیکچرار کالج آف شریعہ، منہاج یونیورسٹی لاہور

ماسوا کے ترک کے لیے تیار کیا جائے۔ جب بندہ اس عادت کو چھوڑ دیتا ہے جو دنیا اور آخرت کی لذت کہلاتی ہے تو اس وقت اس کا ارادہ خالص ہوجاتا ہے۔ پس ارادہ یا ارادت تمام باتوں سے مقدم ہے۔ پھر اس کے بعد قصد اور اس کے بعد فعل ہے۔ ارادہ ہر سالک کی ابتداء اور ہر قاصد کی پہلی منزل ہے۔

چونکہ ارادہ سے ہی مرید بنا ہے جس کا معنی ہے: ’’ارادہ کرنے والا‘‘۔ چنانچہ مرید کی تعریف کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

’’مرید وہ ہے جس میں یہ صفت پیدا ہوجائے (کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں لگا رہے) اور وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ رہے۔۔۔ غیر خدا سے منہ پھیر لے اور اس کی بات نہ مانے۔۔۔ اپنے رب عزوجل کی بات سنے اور کتاب و سنت پر عمل کرے۔۔۔ اس کے ماسوا سے بہرہ ہوجائے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھے۔۔۔ اپنے اور باقی مخلوق میں صرف اسی کے فعل کو دیکھے اور غیر سے اندھا بن جائے۔۔۔ فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کو جانے اور غیر کو محض سبب، آلہ، حرکت کرنے والا، تدبیر کرنے والا اور مسخر جانے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی چیز سے محبت تجھے اندھا اور بہرہ کردیتی ہے یعنی محبت تجھے محبوب کے غیر سے اندھا کردے اور اپنے محبوب میں مشغولیت کی وجہ سے تو غیر سے بہرہ ہوجائے۔ جب تک ارادت نہ ہو کسی سے محبت نہیں ہوسکتی اور جب تک ارادت میں خلوص نہ ہو، ارادت شمار نہ ہوگی اور ارادت میں خلوص اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس کے دل میں خشیت الٰہی کی چنگاری نہ ڈالی جائے جو وہاں پر موجود ہر چیز کو جلا کر راکھ کردے۔‘‘

حضور غوث الثقلین مزید فرماتے ہیں:

’’محبت ایک ایسی جلن ہے جو ہر مشکل کو آسان کردیتی ہے۔ ایسا آدمی اس وقت سوتا ہے جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔۔۔ اس کا کھانا فاقہ کے وقت اور کلام ضرورت کے وقت ہوتا ہے۔۔۔ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو نصیحت کرتا ہے۔۔۔ نفس کو اس کی محبوب چیزوں اور لذتوں کی طرف جانے نہیں دیتا۔۔۔ وہ بندگان خدا کو بھی نصیحت کرتا ہے۔۔۔ خلوت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگاتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتا۔۔۔ اس کی رضا پہ راضی رہتا اور اس کے حکم کو ترجیح دیتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتا ہے۔۔۔ اپنی تمام کوششیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں صرف کرتا ہے۔۔۔ ہمیشہ وہ کام کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔۔۔ وہ گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کرتا ہے۔۔۔ وہ بندوں کی طرف سے اپنی تعریف پسند نہیں کرتا۔‘‘

’’وہ خدا کی محبت میں محض اسی کی رضا کے لیے کثرت سے نوافل پڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے دوستوں اور ارادت مندوں میں شامل ہوجاتا ہے۔ اس وقت وہ مراد کہلاتا ہے۔ اب اس سے سالکین والے بوجھ اتار دیئے جاتے ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت، مہربانی اور لطف و کرم کے پانی سے اسے غسل دیا جاتا ہے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کے پڑوس میں اس کے لیے مکان بنایا جاتا ہے اور اسے طرح طرح کے قیمتی لباس پہنائے جاتے ہیں۔۔۔ اسے خدا تعالیٰ کی معرفت سے اُنس اور اس کے ہاں سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔۔۔ وہ صریح اجازت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار بیان کرتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں خبر دیتا ہے۔۔۔ اور اسے ایسا لقب ملتا ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں مختار ہوتا ہے اور اس وقت وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شمار ہوتا ہے۔۔۔ اس کے لیے ایسے نام رکھے جاتے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔۔۔ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص رازوں پر مطلع ہوتا ہے اور غیرِ خدا کے سامنے ظاہر نہیں کرتا۔۔۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سنتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بولتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قوت کے ساتھ پکڑتا ہے۔۔۔‘‘

۲۔ سلوک کی راہ میں مبتدی کے واجبات

حضور سیدنا غوث الاعظمؓ سلوک کی راہ پر قدم رکھنے والوں کو لازمی امور کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

☆ مبتدی پر لازم ہے کہ وہ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑے اور ان کے اوامر و نواہی نیز اصول و فروع میں ان دونوں پر عمل کرے۔ ان دونوں کو اپنے پَر قرار دے کر اللہ تعالیٰ

تک پہنچانے والے راستے پر اڑے۔

☆ ایک دانشمند کا قول ہے جو شخص طلب کرتا اور کوشش کرتا ہے وہ مقصود حاصل کر لیتا ہے۔ پس اعتقاد کے ساتھ اسے حقیقت کا علم حاصل ہوگا اور اجتہاد کے ساتھ وہ حقیقت کی راہ پر چل پڑے گا۔

☆ پھر سالک پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرے کہ اس کی طرف جاتے ہوئے وہ جو بھی قدم اٹھائے یا رکھے گا، اس پر رضائے الٰہی پیش نظر ہوگی، یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائے۔

☆ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے سبب وہ اپنے مقصد سے پیچھے نہ ہٹے کیونکہ سچا آدمی کبھی رجوع نہیں کرتا۔

☆ کرامت کی وجہ سے بھی اپنا مقصد ترک نہ کرے اور اسی پر اکتفا کر کے ٹھہر نہ جائے کیونکہ جب تک اسے وصل نصیب نہیں ہوتا، کرامت اس کے لیے ایک حجاب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہو جائے تو کرامات سے نقصان نہیں پہنچتا۔

۳۔ صحبت کے آداب

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث الاعظمؓ نے مختلف طبقات کے ساتھ ہم مجلسی اور اُن کی صحبت اختیار کرنے کے آداب بھی ارشاد فرمائے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ اپنے برادرانِ طریقت کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ کسی پر اپنا حق نہ جتاؤ اور نہ ہی کسی سے اپنا حق مانگو بلکہ اپنے ذمہ ہر ایک کا حق سمجھے اور ان کا حق ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ صحبت کے حقوق میں سے یہ ہے کہ ان کی تمام باتوں اور کاموں میں موافقت ظاہر کرو۔ ہمیشہ ان کا ساتھ دو، چاہے ذاتی طور پر نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ ان کی طرف سے تاویل کرو اور معذرت پیش کرو۔ ان کی مخالفت اور نفرت نہ کرو، اُن سے جھگڑا اور لڑائی نہ کرو۔ ان کے عیب دیکھنے سے اندھا بن جاؤ۔

۲۔ اجنبی لوگوں کی مجلس کے تقاضے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے رازوں کو ان سے محفوظ رکھو۔ انہیں شفقت اور رحمت کی نگاہ سے دیکھو۔ ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔ ان سے احکامِ طریقت پوشیدہ رکھو اور جس قدر ممکن ہو ان کے برے اخلاق پر صبر کرو اور ان سے الگ تھلگ رہو۔ ان پر اپنی فضیلت کا عقیدہ نہ رکھو اور یوں کہو یہ لوگ سلامتی والے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا۔ ان کے مقابلہ میں اپنے نفس سے کہو کہ تو بڑی تنگی میں پکڑا گیا ہے، تجھ پر کھجور کی گھٹلی کے دھاگے اور باریک پردے نیز ہر چھوٹی بڑی چیز کے بارے میں پوچھا جائے گا، صغیرہ و کبیرہ پر محاسبہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جاہل سے اس قدر درگذر فرما دیتا ہے جو عالم سے نہیں فرماتا۔ عام لوگوں کو اتنا ڈر نہیں جتنا خاص لوگوں کو ہے۔

۳۔ مالدار لوگوں کی صحبت کے آداب اور تقاضے اس طرح بیان فرمائے کہ: مالدار لوگوں کی مجلس اختیار کرو تو ان پر اپنی قوت کا اظہار کرو۔ ان سے لالچ نہ رکھو اور جو کچھ ان کے پاس ہے اس کی امید نہ رکھو اور کسی کو خاطر میں نہ لاؤ۔ ان سے عطیات حاصل کرنے کی خاطر ذلت و رسوائی جیسے امور سے اپنے دین کو محفوظ رکھو۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مالدار سے مال حاصل کرنے کے لیے اس کے سامنے ذلت اختیار کرتا ہے، اس کا دو تہائی دین چلا جاتا ہے۔ پس ہم ایسے کام سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اگر تمہیں کسی وقت سیر و تفریح، سفر، مسجد یا کسی اجتماع میں ان مالدار لوگوں کے ساتھ اکٹھا ہونا پڑے تو حسنِ اخلاق سے پیش آنا ضروری ہے۔ یہ حکمِ عام ہے جو مالدار اور فقیر سب کی صحبت میں اختیار کیا جائے۔

۴۔ فقراء کی صحبت کا بیان یوں فرمایا کہ: فقیر کی صحبت اختیار کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں، لباس، لذت والی چیزوں، بیٹھنے والی جگہوں حتی کہ ہر نفیس اور عمدہ چیز میں ان کو ترجیح دے اور مقدم رکھے۔ اپنے آپ کو ان سے کم سمجھے اور کسی بات میں بھی اپنے آپ کو ان سے افضل نہ سمجھے۔ فقراء کے ساتھ جب یہ سلوک کیا جائے تو اس میں اپنی فضیلت کا اظہار نہ ہو بلکہ ان کا احسان مند ہونا چاہیے کہ انہوں نے تمہارے تحائف قبول کیے۔

۴۔ طریقت کی اساس

طریقت کی اساس اور بنیاد سے آگاہ کرتے ہوئے آپ

نے مختلف ائمہ کے اقوال نقل فرمائے۔ لکھتے ہیں کہ:

۱۔ حضرت ابوعلی دقاقؒ کا قول ہے کہ جو شخص اپنے ظاہر کو مجاہدہ سے مزین کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے باطن کو مشاہدہ کا حسن عطا فرماتا ہے اور جو شخص شروع میں مجاہدہ نہیں کرتا وہ طریقت کی بُو بھی نہیں سونگھتا۔

۲۔ حضرت ابوعثمان مغربیؒ کا قول ہے کہ جو آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ مجاہدہ اختیار کیے بغیر اس پر طریقت کی کوئی بات واضح ہوتی ہے یا اسے کوئی کشف ہوتا ہے، وہ غلط کہتا ہے۔

۳۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطیؒ سے سنا، آپ نے فرمایا: اے نوجوانو! میری عمر کو پہنچنے سے پہلے محنت کرو پھر تم کمزور ہوجاؤ گے اور میری طرح کوتاہی کرو گے حالانکہ اس وقت کوئی نوجوان آپ کی عبادت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

۴۔ حضرت حسن قزازؒ نے فرمایا کہ سلوک کی بنیاد تین چیزیں ہیں:

i۔ جب تک فاقہ کی نوبت نہ آئے، کھانا نہ کھائے۔

ii۔ نیند غالب آنے کے بعد سوئے۔

iii۔ ضرورت کے وقت کلام کرے۔

۵۔ حضرت منصور بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوعلی روذ باریؒ کو فرماتے سنا: تین چیزوں سے مصیبت آتی ہے:

i۔ طبیعت کی بیماری ii۔ عادت کا پڑ جانا iii۔ صحبت کا فساد

میں نے پوچھا طبیعت کی بیماری کیا ہے؟ فرمایا: حرام کھانا۔ میں نے عرض کیا: عادت کا پڑ جانا کیا ہے؟ فرمایا: بری نظر کرنا، حرام سے نفع اٹھانا اور غیبت۔ میں نے پوچھا: صحبت کا فساد کیا ہے؟ فرمایا: جب نفس میں ایسی خواہش پیدا ہوجس کی پیروی کی جائے۔

۵۔ نفس کی آفات

حضور غوث اعظمؒ نفس کی آفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نفس کی آفات میں سے ایک بات یہ ہے کہ انسان کی طبیعت اپنی تعریف، اچھے ذکر اور ستائش کو شیریں خیال کرے۔ بعض اوقات اس مقصد کے حصول کے لیے وہ عبادت کے بھاری بوجھ بھی اٹھاتا ہے اور اس پر ریاکاری اور منافقت کا غلبہ ہوجاتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ جب یہ تصور نہ ہو اور لوگ اس کو اچھا نہ کہیں، اس وقت (عبادت میں) سستی اور کمزوری واقع ہوجاتی ہے۔

حضرت ابوحفصؒ فرماتے ہیں کہ نفس پورے کا پورا تاریک ہے اور اس کا چراغ باطن یعنی اخلاص ہے اور چراغ کی روشنی توفیق ہے۔ جب آدمی کے باطن میں توفیقِ الٰہی نہ ہو تو وہاں اندھیرے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

پھر فرمایا: مجاہدہ کی اصل خواہشات کی مخالفت کرنا ہے۔ جن چیزوں سے الفت، خواہش اور لذت پیدا ہو، ان کو نفس سے الگ کردے۔ جب خواہشات دب جائیں تو نفس کو تقویٰ اور خوفِ خدا کی لگام ڈالے اور جب وہ سرکشی کرے اور عبادات کے لیے قیام کے وقت ٹھہر جائے تو خوف، مخالفتِ خواہشات اور نفسانی لذتوں سے رکاوٹ کے چابک سے چلائے۔

۶۔ اہلِ مجاہدہ و محاسبہ کے دس خصائل

حضور غوث الاعظمؒ نے ارشاد فرمایا کہ اہلِ مجاہدہ، اہلِ محاسبہ اور اہلِ طریقت نے اپنے لیے درج ذیل دس خصلتیں اختیار کی ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان خصائل کو اپنا لیتے ہیں اور ان پر مضبوطی سے کاربند ہوتے ہیں تو مراتب عالیہ تک پہنچتے ہیں:

۱۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی قسم نہ اٹھائے سچی ہو یا جھوٹی، جان بوجھ کر ہو یا بھول کر کیونکہ جب اسے اس بات کی عادت ہوجائے گی (کہ قسم نہ اٹھائے) تو وہ قسم اٹھانا چھوڑ دے گا، بھول کر ہو یا جان بوجھ کر، تو اس عادت کے باعث اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے انوار و تجلیات کے دروازے کھول دے گا۔

۲۔ جھوٹ سے اجتناب کرے مذاق میں ہو یا سنجیدگی سے۔ کیونکہ جب وہ جھوٹ چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرے گا اور اس کی زبان جھوٹ نہ بولنے کی عادی ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کھول دے گا اور علم میں صفائی عطا فرمائے گا۔

۳۔ کسی سے وعدہ کرنے کے بعد بلا عذر وعدہ خلافی نہ کرے یا وعدہ کرنا ہی چھوڑ دے کیونکہ یہ اس کے عمل کو مضبوط کرنے اور سیدھا راستہ اختیار کرنے کا ایک ذریعہ ہے کیونکہ وعدہ خلافی بھی ایک قسم کا جھوٹ ہے۔

۴۔ کسی مخلوق پر لعنت نہ بھیجے اور ذرہ سے کم مخلوق کو بھی اذیت نہ دے کیونکہ یہ بات نیک اور سچے لوگوں کی عادت میں سے ہے۔ اس کے باعث وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔

۵۔ مخلوق میں سے کسی کے لیے بددعا نہ کرے، چاہے اس نے اس پر ظلم کیا ہو۔ زبان سے برا کہے اور نہ عمل کے ذریعے بدلہ دے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس ظلم کو برداشت کرے۔ قول وفعل کے ذریعے جوابی کاروائی نہ کرے۔

۶۔ اہلِ قبلہ میں سے کسی کے خلاف شرک، کفر اور منافقت کی گواہی نہ دے۔ یہ بات رحمت کو قریب کرتی اور درجات کو بلند کرتی ہے۔ یہ بات سنت کی تکمیل کرنے اور علمِ الٰہی میں دخیل ہونے سے دور رکھتی ہے۔

۷۔ ظاہری اور باطنی گناہوں کی طرف نظر کرنے اور ان کا ارادہ کرنے سے باز رہے اور ان سے اپنے اعضاء کو دور رکھے۔ اس بات سے اس کے اعمال کا ثواب دنیا میں اس کے دل اور اعضاءِ جسمانی کو جلد ہی حاصل ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں بھی ثواب عطا فرمائے گا۔

۸۔ آٹھویں خصلت یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، بوجھ نہ ڈالے بلکہ دوسروں کا بوجھ اٹھائے، چاہے وہ اس کی ضرورت محسوس کریں یا نہ کریں۔ اس لیے کہ یہ عابدین کی عزت اور متقین کی شرافت ہے۔ اس سے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر قوت حاصل ہوتی ہے۔

۹۔ لوگوں سے امید اور طمع ختم کردے اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس کا لالچ نہ کرے۔ یہی بہت بڑی عزت اور خالص غنا ہے۔ عظیم بادشاہی، فخرِ جلیل، یقین صادق اور صحیح توکل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر یقین کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

۱۰۔ دسویں خصلت تواضع ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مرتبہ کی بزرگی مضبوط ہوتی ہے اور درجہ بلند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک عزت و رفعت کی تکمیل ہوتی ہے۔ دنیا اور آخرت کے جس کام کا ارادہ کرتا ہے، اس پر طاقت حاصل ہوتی ہے۔ یہ خصلت تمام عبادات کی اصل، فرع اور کمال ہے۔

تواضع کی مزید وضاحت و تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: تواضع یہ ہے کہ آدمی جس انسان سے ملے، اسے اپنے سے افضل سمجھے اور کہے ممکن ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور بلند درجات کا مالک ہو۔ اگر وہ چھوٹا ہے تو کہے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نافرمان ہوں لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مجھ سے بہتر ہے۔ اگر وہ بڑا ہے تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔ اگر وہ عالم ہے تو کہے کہ اسے وہ کچھ دیا گیا جس تک میں نہیں پہنچ سکتا اور جو کچھ اسے ملا مجھے نہیں ملا۔ تواضع رحمت کا دروازہ ہے، اس سے تکبر کا راستہ اور خود پسندی کی رسیاں کٹ جاتی ہیں۔

۷۔ توکل کے درجات وثمرات

توکل کے حوالے سے حضور غوث الاعظمؒ ارشاد فرماتے ہیں:

توکل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔ اختیار و تدبیر کی آندھیوں سے پاک ہو اور تقدیر الٰہی کی طرف قدم بڑھائے۔ متوکل اپنے رب کے وعدہ پر مطمئن ہوتا ہے۔ توکل کے تین درجے ہیں:

۱۔ توکل ۲۔ تسلیم ۳۔ تفویض

☆ متوکل کون ہے؟ حضرت سہل بن عبداللہؒ فرماتے ہیں: توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح ہوجائے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ اسے جدھر چاہے، پھیرتا ہے، اس کی اپنی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔

☆ حضرت ابوعلی روذباریؒ فرماتے ہیں کہ توکل کی رعایت میں تین باتیں قابلِ لحاظ ہیں: پہلی یہ کہ جب کچھ ملے تو شکر ادا کرے اور نہ ملنے پر صبر کرے۔ دوسری یہ کہ بندے کے نزدیک ملنا اور نہ ملنا دونوں برابر ہوں۔ تیسری یہ کہ نہ ملنے پر اس لیے شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ کو یہی بات پسند ہے۔

❁❁❁❁❁

کانووکیشن: جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن

منہاج القرآن کے طلبہ علمی و تحقیقی نوعیت کی وحدتِ فکر کے حامل ہیں

کانووکیشن سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور شیوخ الازہر کا اظہار خیال

رپورٹ: محمد پرویز بلال

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا چھٹا کانووکیشن 12 اکتوبر 2022ء کو ایوانِ اقبال لاہور میں منعقد ہوا۔ کانووکیشن کی صدارت چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کی۔ کانووکیشن میں جامعہ الازہر یونیورسٹی مصر کے سابق رئیس الجامعہ الشیخ الدکتور محترم ابراہیم صلاح الھدھد اور محترم الشیخ الدکتور احمد محمود حسن شریف (جامعۃ الازہر) نے خصوصی شرکت کی۔ منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی چیئرمین محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، چیف جسٹس شرعی عدالت محترم ڈاکٹر سید انور شاہ، وائس چانسلر منہاج یونیورسٹی محترم ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد، محترم دیوان غلام محی الدین، محترم بیرسٹر عامر حسن، محترم ایم ایچ شاہین ایڈووکیٹ، محترم ناہید گل، محترم سیف اللہ، محترم عثمان احمد، محترم حاجی محمد امین القادری، ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم خرم نواز گنڈا پور، رئیس الجامعہ جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن محترم ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی، پرنسپل گرلز کالج محترم محمد آفتاب احمد، ڈین آف اسلامک سٹڈیز محترم ڈاکٹر محمد اکرم رانا، ایچ او ڈی اسلامک سٹڈیز محترم ڈاکٹر شبیر احمد جامی، ایچ او ڈی عربیک سٹڈیز محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محترم مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محترم پروفیسر محمد نواز ظفر، ڈائریکٹر سٹوڈنٹس افیئرز محترم ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری، جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن اور منہاج گرلز کالج کے اساتذہ کرام، سٹاف، طلبہ و طالبات، ماہرین تعلیم اور سیاسی و سماجی شخصیات نے کانووکیشن میں خصوصی شرکت کی۔

تلاوت قرآن مجید کی سعادت قاری سید خالد حمید کاظمی الازہری صاحب نے حاصل کی جبکہ ڈاکٹر سرور صدیق نے بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض پروفیسر عبدالقدوس درانی نے سرانجام دیے۔

☆ رئیس الجامعہ محترم ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی نے استقبالیہ کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ امر ہمارے لئے باعثِ مسرت و افتخار ہے کہ آج ہمارے طلبہ و طالبات کی ایک نئی کھیپ تعلیم و تربیت کے سات سالہ مراحل طے کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن سے کامیابی کی اسناد اور تمغے حاصل کر رہی ہے۔ یہ نوجوان طلبہ و طالبات دینی اور عصری علوم کی دولت سے بہرہ ور ہو کر عملی زندگی میں قدم رکھ رہے ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ گریجویٹس حصولِ تعلیم کے بعد اپنی تمام تر صلاحیتیں معاشرتی اصلاح، فروغِ علم، اشاعتِ دین، وطن عزیز پاکستان اور بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود کے لیے وقف کر کے ملک وملت کا نام روشن کریں گے۔

جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کا نظامِ تعلیم جدید و قدیم علوم کے حسین امتزاج کے ساتھ سات سالہ دورانیے پر مشتمل ہے۔ جہاں طلبہ کو الشہادۃ العالمیہ کے ساتھ ساتھ علومِ عصریہ میں ریگولر انٹرمیڈیٹ اور چھ مختلف ڈسپلنز میں بی ایس اور ایم فل تک اعلیٰ تعلیم کے زیور سے بھی آراستہ کیا جاتا ہے۔ عالمی

سطح پر اسلام کی دعوت کو مؤثر انداز سے پہنچانے کے لیے جامعہ کے طلبہ میں عربی اور انگلش لینگویج میں بھی مہارت پیدا کرنے پر خصوصی توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہاں تیونس اور یمن کے عربی الاصل اساتذہ عربی زبان سکھا رہے ہیں۔ جامعہ کے اساتذہ میں 20 اساتذہ Ph.D اور12 اساتذہ مختلف عرب ممالک کی جامعات کے گریجوایٹ ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں جامعہ میں تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تعلیمات و افکار کے عین مطابق طلبہ و طالبات کی علمی، فکری، اخلاق اور روحانی تربیت کا سامان کیا جاتا ہے۔ نیز ہم نصابی سرگرمیوں کے حوالے سے بھی جامعہ اپنے ہم عصر تمام اداروں سے منفرد و ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

☆ الدکتور احمد محمود الشریف الازہری نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ میں سب سے پہلے مصدرِ علم وعرفاں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا نہایت ہی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس کانووکیشن میں حاضری کی دعوت دی۔ میں نہایت معزز ومکرم صاحبزادگان ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ انتظامیہ کا شکر گزار ہوں جن کے سبب سے میں آپ کے سامنے موجود ہوں۔

میں نے بیس سالہ اپنے تدریسی تجربے کے دوران بہت سے طلبہ کو پڑھایا ہے جن میں روس سے لے کر ایشاء تک کے ممالک شامل ہیں۔ میں نے ان طلبہ میں متنوع جہت کی فکری و نظریاتی اور اعتقادی الجھنیں، رکاوٹیں اور مشکلات دیکھی ہیں جو بسا اوقات ان میں بگاڑ اور انتہا پسندی پیدا کرتی ہے اور بات تصادم تک چلی جاتی ہے۔ جبکہ میں نے منہاج القرآن میں آکر ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے مرکز میں تمام طلبہ، اساتذہ، تمام فورمز کے اندر ایک فکری و نظریاتی اور علمی و تحقیقی نوعیت کی وحدتِ فکری اور یگانگت دیکھی ہے۔ ایک ہی مقصدیت کی طرف، ایک ہی منزل اور ایک ہی منہاج کی طرف واضح رہنمائی دیکھی ہے۔ یہ سارا کریڈٹ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو جاتا ہے اور یہی منہاج ہمیں قرآن سنت اور عقیدہ اہل سنت و جماعت میں بھی تاریخی تناظر میں دکھائی دیتا ہے۔

☆ الدکتور الشیخ ابراہیم صلاح الھدھد (سابق رئیس جامعۃ الازہر) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ وہی شخص کسی ادارے یا تحریک کے بارے میں اپنے آراء دے سکتا ہے جس نے دنیا بھر میں بہت سے ادارے اور یونیورسٹیوں کا دورہ کیا ہو اور بندہ عاجز اس یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہا جسے قائم ہوئے 1080 سال ہو چکے ہیں اور جو اسلامی یونیورسٹیوں میں سب سے پرانی اور پہلی درسگاہ ہے۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے جس کے کالجز اور شعبہ جات 85 ہیں جو کہ دینی اور دنیاوی دونوں قسم کی ایجوکیشن کا حسین امتزاج ہے۔ اس میں 50 ہزار طلبہ زیرِ تعلیم ہیں اور40 ہزار سے زائد غیر ملکی طلبہ جو کہ 106 ممالک سے آتے ہیں، زیرِ تعلیم ہیں۔ اب اگر اس مرکزِ علم سے باہر نکل کر جب ہم دنیا بھر میں دوسرے مراکزِ علم اور یونیورسٹیوں کا دورہ کرتے ہیں تو ان کے نظام ہائے تدریس وتعلیم کو دیکھ کر مختلف افکار و خیالات ذہن میں آتے ہیں جو کہ کسی حد تک پریشان کن دکھائی دیتے ہیں لیکن جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن میں مجھے بہت سی نمایاں خوبیاں اور امتیازی اوصاف نظر آتے ہیں۔ جدتِ فکری نظر آتی ہے جو کہ درج ذیل پہلوؤں پر مشتمل ہے:

منفرد تعلیمی نظام ہے جو کہ نرسری سے لے کر پی ایچ ڈی تک ایک ہی سایہ میں مجتمع ہیں۔ شیخ الاسلام نے منہاج القرآن کے لفظ کا انتخاب بہت زیادہ دور اندیشی اور ذکاوت اور ذہانت سے کیا ہے کیونکہ منہاج اس راستے کو کہتے ہیں جو ہمیں جنت تک پہنچائے اور وہ قرآن سے تمسک اختیار کر کے ہی ممکن ہے۔

منہاج یونیورسٹی لاہور جو کہ ڈاکٹر حسین محی الدین کے زیرِ قیادت علمی سفر کو جاری رکھے ہوئے ہے، اس میں مذاہبِ عالم کو پڑھانے کے لیے انہی مذاہب اور مکتبہ ہائے فکر کے اساتذہ تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں جو کہ الہامی اور غیر الہامی مذاہب کو پڑھا رہے ہیں اور ان میں ڈگریاں بھی تفویض کی جارہی ہیں اور یہ پورا کام **لا اکرہ فی الدین** اور **لکم دینکم ولی دین** کی عملی تفسیر ہے۔

☆ چیف جسٹس شرعی عدالت محترم ڈاکٹر سید انور شاہ نے

کانووکیشن میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ منہاج القرآن کی قیادت تعلیم یافتہ، باکردار نوجوان محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کے ہاتھ میں ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کی دین، انسانیت اور علم کے لیے خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔

☆ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ آرام طلبی اور علم ایک جگہ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ نافع علم کے لیے خود کو وقف کرنا پڑتا ہے، علم کی وراثت سونے اور چاندی کی وراثت سے افضل ہے۔ ائمہ محدثین نے حصولِ علم کے لیے بہت تکلیفیں اٹھائیں، ان ہی کی قربانیوں کی وجہ سے ہم تک علم کا نور پہنچا۔

☆ منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے کانووکیشن میں خصوصی شرکت کرنے پر جامعہ الازہر مصر کے اساتذہ اور دیگر مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کیا اور جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے پرنسپل، تمام لیکچررز اور سٹاف کو اعلیٰ کارکردگی پر مبارکباد دی۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے چھٹے کانووکیشن میں شریک مہمانانِ گرامی، اساتذہ اور طلبہ و طالبات و اساتذہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

علم کے سفر میں چار چیزیں پیش نظر رکھنی چاہئیں:

ا۔تعلیم العلم ٢۔تعلیم الادب ٣۔تعلیم الخلق ٤۔تعلیم التربیۃ

یعنی علم کے ساتھ ساتھ ادب بھی سیکھو، اچھی تربیت بھی حاصل کرو اور اخلاق سنوارنے پر بھی توجہ دو۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم سے کامل ارتقاءنصیب ہو، بلکہ کامل ارتقا؛ تربیت سے عطا ہوتا ہے۔ عالم کا یہ کام نہیں کہ جذبات کی رو میں بہہ جائے، بلکہ عالم کا یہ فرض ہے کہ مخلوق کی حقیقی راہنمائی کرے اور انہیں تباہی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے۔ صحیح علم وہی ہے جس کا مثبت اثر طبیعت اور مزاج پر ظاہر ہو۔ علمِ نافع انسان کو تقویٰ وطہارت کا پیکر بناتا ہے، حرام امور سے بچاتا ہے، سنت کا پیروکار بناتا ہے اور بداخلاقی اور تنگ نظری سے بچاتا ہے۔

افسوس آج ہمارے مکاتب فکر، مسالک اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں گھٹن، تنگ نظری اور انتہا پسندی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ حصولِ علم اور تربیت کے تقاضوں کو نظر انداز کرنا ہے۔ تعلیم و تربیت، ہدایت اور وسعتِ قلب لازم و ملزوم ہیں اور ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ قرآن مجید کی وہ آیات تعلیم و تربیت کے مقاصد و اہداف کو واضح کرتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مقاصدِ نبوت کو بیان فرمایا ہے۔ ان فرائض میں تلاوتِ آیات کے بعد تزکیہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تزکیہ، تربیت سے عبارت ہے۔ تزکیہ کو تعلیم سے پہلے ذکر کرنے کا مقصود یہ ہے کہ تزکیہ کے بغیر علم نافع نہیں ہوتا۔ وہی شخص کامیاب رہے گا جو زندگی کے آخری لمحے تک متعلم رہے۔ علم اس وقت نافع ہوتا ہے جب اس کے حصول اور اس کو منتقل کرنے میں درج ذیل تدرج (درجہ بندی) کا اہتمام کیا جائے:

ا۔ پہلا درجہ سماع ہے۔ پوری عمر بغیر کسی جھجک کے اساتذہ سے اکتسابِ فیض کرتے رہیں۔

٢۔ دوسرا درجہ کتب کا مطالعہ ہے۔ کتاب سے اپنا تعلق ایک دن کیلئے بھی منقطع نہ کریں۔

٣۔ تیسرا درجہ فہم ہے۔ حاصل کردہ علم اور تصور کو اس طرح سمجھنا کہ ادراک سے علم اور علم سے ایک تصور اور فکر تشکیل پائے۔

٤۔ چوتھا درجہ حفظ کا ہے۔ یہ حفظ؛ الفاظ و معانی اور ان دونوں کے باہمی ربط کو یاد کرنے پر مشتمل ہے۔

٥۔ پانچواں درجہ استیعاب ہے یعنی تشکیل شدہ تصورات اور اس کی جزئیات کا کاملاً احاطہ کرنا۔

٦۔ چھٹا درجہ علم کو تطبیق اور عمل میں ڈھالنے کا ہے۔ اس سے تطبیقی استعداد میں اضافی ہوتا ہے۔

٧۔ ساتواں درجہ علم کی حفاظت اور اس کو تروتازہ کرنا ہے۔

نقدو تنقید اور اختلاف کو ہمیشہ خوش طبعی کے ساتھ قبول کریں۔ کسی شخص کا قول وفعل حرفِ آخر نہیں ہوتا۔ یہ حیثیت صرف اللہ کے رسول ﷺ کی ہے۔ اس کے علاوہ ہر ایک کے علم میں ارتقاء بھی ہے اور امکانِ خطا بھی۔ اگر اختلاف وتنقید کا برا منائیں گے اور اس کو شخصی حملہ سمجھیں گے تو ضد اور عناد میں آجائیں گے۔ اس سے تنگی آتی ہے اور وسعت ختم ہوجاتی

ہے۔علم کی ترقی بھی اختلاف کے ساتھ ہوتی ہے۔خود اختلاف کریں تو ادب کے ساتھ کریں۔ دوسرا جس انداز میں چاہے اختلاف کرے، اس کا برا نہ منائیں۔ یاد رکھیں، اجماع حجتِ قاطعہ ہے مگر اختلاف رحمتِ واسعہ ہے۔

زندگی بھر حصولِ علم اور فروغ و اشاعتِ علم کے لیے ہمیشہ جدوجہد کریں۔ آرام طلبی اور تن آسانی کو حرام کرلیں۔ علم مشقت اور محنت سے آتا ہے۔ حصول و اشاعتِ علم کو منافعِ شخصیہ اور دنیاوی حرص و ہوس سے پاک رکھیں۔ حضرت کعب ﷺ فرماتے ہیں: علم حاصل کرنے کے بعد جب اسے بیچا جائے تو وہ عزت کی بجائے ذلت کا باعث بنتا ہے۔

حضرت کعب الاحبار ﷺ سے پوچھا گیا: علم کو حفظ کرنے کے بعد کون سی چیز دلوں سے علم کو نکال لیتی ہے؟ آپ نے فرمایا: طمع اور حاجت مندی۔ علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو۔ اس لیے حاصل نہ کرو کہ زیب و زینت اور جمال میں بہتری آئی۔

حاصل کردہ علم کا اثر زندگی میں ظاہر ہونا چاہیے۔ اس سے حسنِ اخلاق میں بہتری آئے اور حرام اور مکروہ کاموں سے اجتناب نصیب ہو۔ صحبتِ صالح اختیار کریں اور صحبتِ فاسد سے پرہیز کریں۔ تنگ نظری سے ہمیشہ بچیں اور وسعت پیدا کریں کیونکہ دین وسعت کا حکم دیتا ہے۔ توسط اور اعتدال؛ وسعت پیدا کرتا ہے۔ میں مثالی تعلیمی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلبہ و طالبات کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کے روشن مستقبل کے لئے اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں۔

☆ کانووکیشن میں تعلیمی سال 2016ء تا 2022ء میں جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن لاہور سے الشہادۃ العالمیۃ کا امتحان پاس کرنے والے طلبہ و طالبات کو انعامات، میڈلز اور اسناد سے نوازا گیا۔ طلبہ و طالبات نے چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز (MUL) محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، فضیلۃ الشیخ الدکتور ابراہیم صلاح الھدھد (سابق رئیس الجامعہ، جامعہ الازھر، مصر)، الشیخ احمد محمود حسن الشریف اور ڈاکٹر سید محمد انور (چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت) سے اپنے انعامات وصول کیے۔ طلبہ و طالبات میں فرید ملت ایوارڈ آف پرفارمنس، شیخ الاسلام ایکسیلینس ایوارڈ (Shaykh-ul-Islam Excellence Award) اور دیگر ایوارڈز تقسیم کیے گئے۔ چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور صدر MQI محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے مہمانانِ گرامی، جامعہ کے اساتذہ، مرکزی قائدین، سٹاف ممبران جامعہ اور اعلیٰ کارکردگی کے حامل منہاجینز کو بھی خصوصی شیلڈز عطا فرمائیں۔

❁❁❁❁❁

ڈاکٹر علامہ محمد افضل کانجو العینی کا انتقالِ پُر ملال

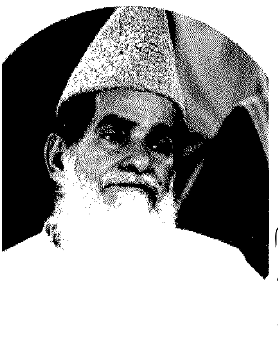

گذشتہ ماہ معروف علمی شخصیت، منہاج گرلز کالج کے سینئر لیکچرر، سابق پرنسپل تحفیظ القرآن انسٹی ٹیوٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل کانجو العینی قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اظہار افسوس کرتے ہوئے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ ڈاکٹر محمد افضل کانجو العینی گوناگوں صفات کی حامل شخصیت تھے۔ آپ باوقار عالم دین، مشفق استاد اور با اصول انسان تھے۔ آپ کی رحلت تحریک منہاج القرآن، ان کے تلامذہ اور رفقاء کے لیے گہرا صدمہ ہے۔ آپ نے ساری زندگی دین اسلام اور علم و تحقیق کے لیے وقف کررکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام دے، جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

تحریک منہاج القرآن کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، اساتذہ کرام، جملہ مرکزی قائدین اور کارکنان نے بھی ڈاکٹر محمد افضل کانجو العینی کے انتقال پر دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی بلندیٔ درجات کے لیے دعا کی۔

جامعہ الازہر مصر کے اساتذہ کرام الشیخ ڈاکٹر ابراہیم الھدھد شیخ احمد محمود الشریف کا منہاج القرآن انٹرنیشنل کے مرکزی سیکرٹریٹ و تعلیمی انسٹی ٹیوشنز کا دورہ اور تاثرات

رپورٹ: ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی

شیخ احمد محمود الشریف (جامعۃ الازھر)

شیخ احمد محمود الشریف جامعۃ الازہر میں فقہ، اصول الفقہ اورعقیدہ کے استاذ ہیں۔ آپ نے تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری آج سے دس سال پہلے جب قاہرہ تشریف لائے تو آپ نے عالمِ اسلام کی بڑی مساجد میں سے ایک مسجد سلطان حسن میں خطاب فرمایا۔ اس مجلس کی انتظامی ذمہ داری میرے پاس تھی۔ خطاب سے پہلے ہم نے یہ سوچ رکھا تھا کہ زیادہ سے زیادہ 20، 30 لوگ خطاب سننے آئیں گے کیونکہ شیخ الاسلام عربی نہیں ہیں، عجمی ہیں اور پھر پاکستان سے ہیں لیکن ہم وہ منظر دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے ہی وہ مسجد بھر چکی تھی۔ اس موقع پر آپ نے اپنے خطاب میں کثیر علوم پر گفتگو فرمائی یہاں تک کہ حاضرینِ مجلس جن کا تعلق مختلف ممالک سے تھا، وہ سب دیکھتے ہی رہ گئے۔ عربی زبان پر آپ کی دسترس، علومِ حدیث پر مہارت اور منکرینِ حدیث کے شبہات کا رد کرنے میں آپ کی مہارت نے سب کو حیران کردیا۔

اس موقع پر آپ نے ایک خاص مجلس میں ہمیں اپنی سندِ حدیث کی اجازت سے نوازا۔ اس کے بعد ہم بھی آپ کے باقاعدہ شاگرد اور محبین کی صف میں شامل ہوگئے۔

میں عالمی میلاد کانفرنس کو ہر سال بذریعہ انٹرنیٹ دیکھتا تھا، اس دفعہ اس عظیم محفل میں حاضری کا شرف بھی مل گیا۔ میں اور میرے استاذ الشیخ ابراہیم صلاح الھدھد اس محفل میں شرکت کے بعد آپس میں بات کررہے تھے کہ ہم نے آج تک کثیر ممالک کا دورہ کیا لیکن اس طرح کی محفل میلاد آج تک دیکھنے کو نہیں ملی۔ لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنا کوئی بڑی بات نہیں لیکن انہیں اتنے احسن اور منظّم انداز سے ایک جگہ جمع کرنا اور پھر انہیں علم کی دولت سے نوازنا، یہ کام شیخ الاسلام کے علاوہ اور کوئی نہیں کرسکتا۔ آپ کا خطاب اتنا جامع و مانع اور فصیح و بلیغ تھا کہ ہر ہر لفظ علم کا نیا باب تھا جس کی شرح کے لیے گھنٹوں درکار ہیں۔ جو علمی گفتگو آپ نے کی، ہم نے آج تک یہ علمی نکات کسی سے سنے اور نہ کتب میں پڑھنے کو ملے۔

الشیخ الدکتور ابراہیم صلاح الھدھد

جامعۃ الازہر مصر کے سابق رئیس الجامعہ الشیخ ابراہیم صلاح ابوسلیمان الھدھد نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ: ہم نے عالمی میلاد کانفرنس کا جو حیران کن منظر دیکھا، میں یقینِ کامل سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آقا ﷺ اس عظیم محفل میں خود جلوہ گر تھے اور آپ ﷺ ہمارے ہر سلام کا جواب دے رہے تھے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔ پس تمہارا

درود و سلام میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور میں اس کا جواب بھی دیتا ہوں۔

شیخ الاسلام؛ اپنے علم، سلوک، ادب، تربیت اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تعلق میں شیخِ کامل ہیں۔ میں نے دنیا کے کثیر ممالک کا وزٹ کیا۔ یورپ، افریقہ، ایشیاء، تمام براعظموں میں گیا لیکن محفلِ میلاد کا ایسا عظیم اجتماع میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ مجھے لوگوں کی کثرت نے کبھی متاثر نہیں کیا کیونکہ یہ کوئی بڑی بات نہیں، غیر مسلم بھی بہت بڑی تعداد میں جمع ہوتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کے ذکر کے لیے سجائی گئی اس محفل میں تمام لوگوں کے خشوع و خضوع، ادب اور محبت بھرے احساسات جو میں نے یہاں دیکھے، اس سے پہلے آج تک دیکھنے کو نہیں ملے۔

ہم ایسے جم غفیر کو دیکھ رہے تھے کہ جن کے شیخ نے واقعتاً ان کی تربیت کی ہے اور ان کے دلوں کو تراش کر انہیں محبتِ رسول ﷺ سے بھرا ہے اور تزکیہ پر ان کی تربیت کی ہے۔ آپ لوگ جو عبادت کرتے ہیں یہ آپ کا اور آپ کے رب کا معاملہ ہے لیکن میرے لیے جو چیز اہم ہے وہ آپ کا اخلاق ہے۔ میں اس جم غفیر کی اخلاقی تربیت دیکھ کر حیران ہوں۔ ایسا اخلاق ہمیشہ تربیت سے اور محبتِ رسول ﷺ سے ہی جنم لیتا ہے۔

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جس طرح حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی صرف اقوال کے ساتھ نہیں بلکہ اعمال کے ساتھ تربیت فرمائی، اسی طرح شیخ الاسلام نے بھی زبانی نہیں بلکہ عملی کام کرکے اپنے فیض یافتہ لوگوں کی تربیت فرمائی۔

جس طرح نبی کریم ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے "احمد" بن کر تشریف لائے، اسی طرح شیخ الاسلام نے آپ ﷺ کے منہج پر عمل کرتے ہوئے تمام فرقوں کے لوگوں کو یہاں جمع فرمایا اور ایسا صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب آپ میں اخلاص اور للّٰہیت انتہاء درجے کی موجود ہو۔

❁❁❁❁❁

تجدید واحیائے دین، دعوت وتبلیغ حق، اصلاح احوال امت اور ترویج واقامت اسلام کے عظیم مصطفوی مشن کے فروغ اور اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگہی کے لئے

ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری حاصل کریں

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

فی شمارہ: 60 روپے
سالانہ خریداری: 700 روپے

اپنے علاقے میں موجود پبلک لائبریریز، کالجز، سکولز، عوامی مقامات، دوست احباب اور علاقے کی موثر شخصیات کو سالانہ خریداری کی صورت میں تحفہ بھجوائیں

365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 042-111-140-140 Ext:128
0300-8886334 Whatsapp: 03008105740
www.minhaj.info Email:mqmujallah@gmail.com

کانووکیشن: جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن

ڈائریکٹوریٹ انٹرفیتھ ریلیشنز منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیراہتمام ضیافت میلاد کے موقع پر مختلف مذاہب کے رہنماؤں کی خصوصی شرکت

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN LAHORE
NOV-2022
Regd CPL No.41

علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی، انقلابی اور فکری و عصری
موضوعات پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی 615 سے زائد کتب دستیاب ہیں